ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۵ جمادی الاول ۱۳۸۴ھ
۲ اکتوبر ۱۹۶۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مزید فضیلت جہاد

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من مكلوم يكلم في سبيل الله الا جاء يوم القيامة وكلمه يدمي اللون لون دم والريح ريح مسك متفق عليه۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی زخمی نہیں ہوگا۔ جو خدا کے راستہ میں زخمی کیا گیا ہو۔ مگر قیامت کے دن ایسے حال میں آئے گا۔ کہ اس کے زخم سے خون بہتا ہوگا۔ جس کا رنگ تو خون کا ہوگا۔ مگر خوشبو مشک کی ہوگی۔ (بخاری مسلم)

وعن معاذ رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من قاتل في سبيل الله من رجل مسلم فواق ناقة وجبت له الجنة ومن جرح جرحا في سبيل الله او نكب نكبة فانها تجيء يوم القيامة كاغزر ما كانت لونها الزعفران وريحها كالمسك" رواه ابوداود، والترمذي وقال حديث حسن

ترجمہ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا کے راستہ میں جو مسلمان تھوڑی دیر بھی جہاد کرتا ہے۔ اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ اور جو خدا کے راستہ میں کچھ زخمی کر دیا گیا۔ یا کوئی خراش وغیرہ لگ گئی۔ تو قیامت کے دن اس کو تروتازہ جیسا کہ وہ تھا ایسا ہی لے کر حاضر ہوگا۔ جس کا رنگ زعفران کا رنگ ہوگا۔ اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی (اس حدیث کو امام ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے کہا۔ کہ حدیث حسن ہے۔

وعن ابي هريرة رضي الله عنه قال مر رجل من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بشعب فيه عيينة من ماء عذبة فاعجبته فقال: لو اعتزلت الناس فاقمت في هذا الشعب ولن افعل حتى استأذن رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تفعل فان مقام احدكم في سبيل الله افضل من صلوته في بيته سبعين عاما، الا تحبون ان يغفر الله لكم ويدخلكم الجنة؟ اغزوا في سبيل الله، من قاتل في سبيل الله فواق ناقة وجبت له الجنة. رواه الترمذي وقال حديث حسن والفواق ما بين الحلبتين

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے .... بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کا گزر ایک درہ پر سے ہوا۔ اس درے میں ایک چھوٹا سا میٹھے پانی کا چشمہ تھا۔ ان کو چشمہ (پاکیزگی کی وجہ سے) اچھا معلوم ہوا۔ انہوں نے دل میں کہا کیا اچھا ہوتا۔ کہ میں لوگوں سے کنارہ کشی کرکے اس گھاٹی میں رہتا لیکن جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت نہ لے لوں۔ ایسا ہرگز نہ کروں گا۔ آخرکار انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ تو حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ ایسا مت کرو۔ کیونکہ تم لوگوں میں سے کسی کا اللہ تعالے کے راستہ میں ٹھیرنا اس کے اپنے گھر میں ستر سال نماز پڑھنے سے زیادہ فضیلت والا ہے۔ کیا تم یہ بات پسند نہیں کرتے۔ کہ اللہ تعالے تم کو بخش دے اور تم کو جنت میں داخل کردے (اگر یہ چاہتے ہو) تو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرو جس نے اونٹنی کے دو دفعہ دودھ دوہنے کے درمیانی وقت کے برابر بھی اللہ تعالے کی راہ میں جہاد کیا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا اور کہا حدیث حسن ہے "الفواق" دو مرتبہ دودھ دوہنے کے درمیان کا وقفہ"

وعنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال "من خير معاش الناس لهم رجل ممسك بعنان فرسه في سبيل الله يطير على متنه كلما سمع هيعة او فزعة طار على متنه يبتغي القتل او الموت مظانه او رجل في غنيمة او شعفة من هذه الشعف او بطن واد من هذه الاودية يقيم الصلوة ويؤتي الزكوة ويعبد ربه حتى يأتيه اليقين ليس من الناس الا في خير رواه مسلم

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے بہتر زندگی اس شخص کی ہے جو گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تیار رہتا ہے۔ جہاں کوئی خطرہ اور پریشانی کی بات سنتا ہے فوراً گھوڑے کی پشت پر سوار ہوکر ہوا کی طرح میدان کی طرف اڑ جاتا ہے۔ قتل یا موت کا موقع اس کے مقامات میں تلاش کرتا رہتا ہے اور دوسرے اس شخص کی زندگی جو جو پہاڑیوں کی چوٹیوں میں سے کسی چوٹی پر یا وادیوں میں سے کسی وادی پر چند بکریاں ساتھ لئے ہوئے سکونت کرتا ہے نماز پڑھتا ہے زکوٰۃ دیتا ہے اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔ اور لوگوں سے بھلائی کے علاوہ اس کو اور کوئی کام نہیں (مسلم)

وعنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان في الجنة مائة درجة اعدها الله للمجاهدين في سبيل الله ما بين الدرجتين كما بين السماء والارض رواه البخاري

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جنت میں سو درجے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تیار کئے ہیں۔ اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے۔ جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے (بخاری)

وعن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يلج النار رجل بكى من خشية الله حتى يعود اللبن في الضرع ولا يجتمع على عبد غبار في سبيل الله ودخان جهنم رواه الترمذي وقال حديث حسن صحيح

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خدا کے خوف اور خشیت سے رویا وہ ہرگز جہنم میں داخل نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ دودھ نکال لینے کے بعد پھر دودھ تھن میں لوٹ جائے اور خدا کے راستہ کا غبار اور جہنم کا دھواں دونوں جمع نہیں ہو سکتے (یعنی جو اس غبار میں آلودہ ہو چکا ہے وہ اس دھوئیں سے آلودہ نہ ہوگا) ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا اور کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

ہفت روزہ
خدّام الدّین
ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
سالانہ چندہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے
فون نمبر ۶۷۵۴۵
جلد ۱۰ | ۲۵ رجمادی الاوّل ۱۳۸۴ھ مطابق ۲ راکتوبر ۱۹۶۴ء | شمارہ ۲۱

انسانیت کا مذہب

اگر ظاہری آنکھوں سے دیکھا جائے تو موجودہ دنیا کا سب سے زیادہ طاقتور اور کشش انگیز ازم اور فلسفۂ حیات اشتراکیت یا کمیونزم ہے۔ اس کی کشش انگیزی اور ظاہری جاذبیت کا یہ عالم ہے کہ بعض مسلمان بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے ہیں — حالانکہ مسلمانوں کا مذہب دنیا کے تمام مذاہب سے اعلیٰ، سب "ازموں" سے فائق، آسمانی اور بے ریب و شک ہے اور اسلام سے بڑا اشتراکیت کے لادینی فلسفہ کا کوئی دشمن نہیں۔

جہاں تک ہم نے غور کیا ہے اشتراکیت کی عام مقبولیت اور کشش کا راز حقیقت میں یہ نہیں کہ اس کا استدلال قومی اور موقف مضبوط ہے یا اس میں بے شمار فوائد مضمر ہیں۔ بلکہ آج کی دنیا کا وہ ذہن ہے جو دولت اور مادیت کے مرکز پر گھوم رہا ہے۔ وہ قلب ہے جو نفس کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہو کر دنیا اور محض دنیا ہی کو حاصلِ زندگی سمجھے ہوئے ہے۔ اور وہ جسم ہے جو روحانیت کی حلاوتوں سے قطعی ناآشنا ہے — بعض حضرات کی کیفیت یہ ہے کہ جس طرح ایک بھوکا شخص چوری کی قباحت و شناعت کا علم رکھتے ہوئے بھی اضطراراً روٹی چرا لیتا ہے اسی طرح وہ بھی لادینی فلسفۂ حیات کی قباحت و شناعت سے باخبر ہونے کے باوجود قریبی اور محسوس فوائد کی حرص میں اضطراراً یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ بھئی اور کچھ نہیں تو کمیونزم کے آنے سے روٹی تو ملے گی۔ درحقیقت یہ بھی نفس کا فریب اور شیطان کا دھوکہ ہے اور اس سے بعض کمزور ایمان کے اشخاص گمراہ ہو سکتے ہیں چنانچہ اس صورتِ حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے علماء کرام اور خادمانِ دینِ مبین کا فرض ہے کہ وہ سطحی تقریروں کے بجائے ٹھوس اور علمی تقاریر کے ذریعے لوگوں کو صحیح معلومات بہم پہنچائیں۔ اور صحیح تفصیلات پر مشتمل لٹریچر پیش کریں۔ تاکہ کمیونزم کے عیوب و نقائص اور اسلام کے محاسن و اوصاف دنیا کے سامنے آسکیں۔ ہماری معلومات کے مطابق بعض لوگ کمیونزم کے بنیادی فلسفے اور اہم اصولوں سے ناواقفیت کے باعث محض پروپیگنڈے اور جزئی واقفیت کے سہارے کمیونزم کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ اور ان کا نیک نیتی سے خیال ہے کہ کمیونزم یا سوشلزم اسلام کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل انہونی اور لغو بات ہے۔ جس طرح آگ اور پانی کا اجتماع ناممکن ہے اسی طرح اسلام اور کمیونزم کا جمع ہونا ناممکن ہے کمیونزم اپنی سرشت، اپنے مزاج، اپنے شعور اور اپنی بنیاد کے اعتبار سے مذہب اور اخلاق کا دشمن ہے۔ اس کا ہر قدم مذہبی اقدار و اصول کی لاش پر سے گزرتا ہے اور اس کا پودا مذہب و اخلاق کے خون سے سیراب ہوتا ہے اور اسلام اس کے برعکس سراسر مذہبی اقدار و اخلاق کا سرچشمہ اور مجموعہ ہے۔ آج بار بار جو یہ کہا جاتا ہے کہ اشتراکیت سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف ایک باقاعدہ اور منظم تحریک ہے اور یہ مذہب کی دشمن نہیں بالکل بے بنیاد بات ہے اور دنیا کو فریب دینے کے لئے کہی جا رہی ہے روس میں مسجدوں کی تعداد گنوانا اور مسلمانوں کی موجودگی کا اظہار کرنا صرف دھوکہ بازی ہے۔ یہ باتیں محض اس لئے کہی جاتی ہیں کہ دنیا میں اشتراکیت کو مقبول بنانے اور لوگوں کو دام فریب میں پھانسنے کے لئے ان کا کہا جانا ضروری سمجھا جا رہا ہے۔ اس کی حقیقت یہی ہے کہ اشتراکیت کی مذہب دشمنی کو پروپیگنڈے کے لباس حریر میں چھپایا جائے — اور مساجد و مسلمان اور گرجاؤں وغیرہ کی تعداد گنا کر مذہب پرست ذہنوں کو اشتراکیت کی شدید نفرت سے باز رکھا جائے۔

جہاں تک ہم نے حالات و واقعات کا مطالعہ کیا اور پڑھا ہے روس کو اشتراکیت نے اخلاقی انارکی، صنفی بیجیانی اور حیوانیت کے ایک ایسے تاریک غار میں پہنچا دیا ہے جہاں سے اس کا نکلنا اگر ناممکن نہیں تو سخت مشکل ضرور ہے ہم مانتے ہیں کہ بے شک اشتراکیت کے بعض اصول اور بعض مادی منافع قابل قدر بھی ہیں لیکن مقابلہ میں جتنی حیوانیت، خدا بیزاری اور فسطائیت اس میں پائی جاتی ہے وہ مادی منافع اور قابل قدر اصولوں سے کروڑ گنا بدتر ہے۔ پیٹ اور نفس کے تقاضوں پر جو لوگ مذہب، اخلاق، عصمت، حیا، ضمیر اور شرافت سب کچھ قربان کر سکتے ہیں۔ ان کے لئے تو بے شک اشتراکیت کے دامن میں ہوائے لذت کے چند جھونکے ہیں لیکن جو لوگ ایسا نہیں کر سکتے بلکہ خدا کی ذات اور پیغمبروں کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی ایک زندگی، ایک دنیائے نو، ایک بارگاہ عدل تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے لئے اشتراکیت کی دنیا میں کوئی گنجائش نہیں۔ امن و راحت، سکون و اطمینان، انسانیت و شرافت اور حیا و ایمان صرف اسلام کے دامن میں دستیاب ہو سکتے ہیں اور اس لئے انسانیت کا مذہب فقط اسلام ہو سکتا ہے۔

نمایاں داغ سجدہ سے اگر تیری جبیں ہوتی
یقیناً زیرِ گردوں غیرتِ ماہِ مبیں ہوتی
ستاروں ہی کو یہ ڈھونڈا کئے ہیں دُور بینوں سے
خدا کی جستجو کرتے جو چشمِ دُور بیں ہوتی

مجلس ذکر:- ۱۰ر جمادی الاول ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۷ر ستمبر ۱۹۶۴ء

تواضع کی تعلیم

حضرت مولانا عبید اللہ انور مد ظلہ العالی

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالےٰ کا فضل و شکر ہے۔ کہ اُس نے ہمیں یاد کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ ہمیں استقامت عطا فرمائے۔ اور ہمیشہ ذکر اذکار اور ۵ وقتہ نماز باقاعدگی سے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے بڑے ہی بدبخت اور بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ کی ہزاروں نعمتیں کھانے کے باوجود اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اور اُن کو ذکر اللہ اور نماز کی توفیق نہیں کہ اکثریت اللہ تعالےٰ کے احکام سے بے خبر ہے۔ کئی نام کے مسلمان کہتے ہیں کہ ہم نے نماز پڑھ کر دیکھ لیا ہے۔ کہ کیا ملتا ہے۔ حالانکہ اُن جاہلوں اور بے وقوفوں کو علم نہیں کہ نماز اور عبادت ہمارا فریضہ زندگی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

ترجمہ۔ ہم نے جن اور انسان کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

اس کے علاوہ انسانی فطرت ہے۔ کہ نیکی کا بدلہ نیکی سے دے۔ اگر کوئی احسان کرتا ہے خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے۔ انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ کہ اُس کے ساتھ احسان کیا جائے خوش اخلاقی سے پیش آیا جائے۔ اسی طرح ہم پر اللہ تعالےٰ کے بے انتہا احسانات اور انعامات ہیں۔ ہم ہزاروں نعمتوں کو کھاتے ہیں۔ تو فطرت کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لانا چاہئے۔ اور شکر زبان اور عمل دونوں سے ادا کیا جائے۔ اُس کے لئے ذکر اللہ اور نماز پڑھی جائے۔ مال و دولت ہے۔ تو زکوٰۃ و خیرات کی جائے۔ اللہ ہم سب کو نیک اور پاکیزہ بنائے۔ اور اللہ تعالےٰ نے جو وعدے اپنے نیک بندوں کے لئے فرمائے ہیں۔ وہ وعدے ہم پر پورے فرمائے آمین۔

حضرتؒ روحانی امراض کی طرف توجہ دلایا کرتے تھے۔ آج میں تواضع کے متعلق کچھ معروضات پیش کرتا ہوں۔

قرآن حکیم نے جن اخلاق پر خاص طور پر زور دیا ہے۔ اُن میں ایک تواضع ہے۔ تواضع تکبر کی ضد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ انسان دوسروں سے اپنے کو کمتر جانے اور عاجزی اختیار کرے۔ اگر انسان اپنے کو دوسروں سے کمتر سمجھے گا۔ تو کسی پر ظلم نہیں کرے گا دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گا

اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ دوسرے آپ کے ساتھ نیکی کریں۔ اچھا سلوک کریں۔ تو آپ دوسروں کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرنے میں پہل کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارک میں نہایت عاجزی۔ انکساری اور تواضع تھی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ سَابِقُوْا اِلَى الْخَيْرٰتِ نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو مسلمان کو چاہئے۔ کہ اگر کوئی اُس سے بُرا سلوک کرتا ہے۔ تو وہ اُس سے اچھا سلوک کریں۔ اگر بُرے آدمی کا مقابلہ بُرائی سے کیا۔ تو کیا کمال۔ کمال تو یہ ہے۔ کہ بُرائی کا بدلہ نیکی سے دیا جائے۔ یہ سب کمالات اُس وقت پیدا ہوں گے۔ جب غرور۔ تکبر اور نخوت کو آگے نہ آنے دیا جائے گا۔ اور عاجزی و انکساری اختیار کی جائے گی۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرے دونوں مربیوں نے میرے اندر سے انانیت کا بُت نکال دیا ہے۔ میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ گنہگار اور ذلیل سمجھتا ہوں یہ ہے عاجزی اور انکساری ہم اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ کہ ہمارا کیا حال ہے۔ ہم سارے انسانوں سے اپنے آپ کو افضل و برتر سمجھتے ہیں اسی برتری اور بڑائی کی خاطر ظلم اور فساد ہوتا ہے۔ جس میں قومیں قومیں مبتلا ہیں۔ گزشتہ جنگوں میں دنیا کی تباہی اور بربادی ایک دوسرے پر بڑائی اور بالاتری حاصل کرنے سے ہوئی۔ اسی لئے قرآن حکیم کے نزدیک تکبر غرور اصل فساد کی بنیاد ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں مسلمانوں میں دشمنی لڑائی اور قتل وغیرہ سب تکبر و غرور۔ اور بڑائی حاصل کرنے کی وجہ سے ہے۔

شریعت نے ہمیں حکم دیا ہے۔ کہ ہم تواضع انکساری اور عاجزی اختیار کریں۔ غرور و تکبر سے دور رہیں یاد رکھیں۔ روحانی امراض حسد۔ کبر۔ غرور وغیرہ سب نیکیوں کو جلا کر رکھ دیتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ امراض روحانی کا مریض جنت کی بو تک نہ سونگھے گا۔

محترم حضرات! حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نشست و برخاست اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ حضورؐ کا ہر فعل اور عمل بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہے۔ اسی لئے ہمیں حکم ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

اگر تم اللہ تعالےٰ سے محبت کرتے ہیں۔ تو حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرو۔ اللہ تم سے محبت کرنے لگ جائے گا۔

حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ زبان کو قابو میں رکھو۔ صبح سویرے جسم کے سب اعضاء زبان کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہتے ہیں۔ کہ تم ٹھیک رہنا۔ کسی کو بُرا بھلا اور گالی گلوچ نہ دینا کیونکہ سب فساد اور خرابیاں تیری وجہ سے ہوتی ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا۔ کہ غیبت اور چغلی کرنے والا جنت میں نہ جائے گا۔ اور غیبت کرنی ایسی ہے۔ جیسے اپنے بھائی کا گوشت کھانا۔ ایک اور حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں جو میدان میں کسی کو پچھاڑے۔ بلکہ پہلوان وہ ہے۔ جو غصہ پر قابو رکھے اور آپے سے باہر نہ ہو۔ نیک انسان کی صفت ہے۔ کہ دوسروں کو معاف کر دے۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ تم دوسروں کو معاف کرو۔ اللہ تعالےٰ تم کو معاف کر دے گا

ہم مسلمانوں پر فرض ہے۔ کہ ہم حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ حسنہ کو اپنائیں۔ آپ کے ارشادات پر عمل کریں۔ اس لئے سورہ فرقان میں اللہ کے مقبول بندوں کا ذکر فرماتے ہوئے ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا

ترجمہ۔ اور رب کے بندے تو وہ ہیں۔ جو چلتے ہیں زمین میں نیچے بن کر یعنی فروتنی سے اور سورہ لقمان میں فرمایا ہے۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ

ترجمہ۔ اور زمین پر اتراتا ہوا نہ چل اللہ کسی متکبر اور مغرور کو پسند نہیں فرماتا

ان آیات میں تواضع کا بڑا جامع اور موثر درس دیا گیا ہے۔ تواضع حق تعالیٰ کو جس قدر پسند ہے۔ غرور و تکبر اتنا ہی ناپسند ہے اس لئے تواضع کا مظاہرہ گفتار میں کردار میں۔

(باقی ص ۱۷ پر)

خطبۂ جمعہ ۱۸ جمادی الاول سنہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۵ ستمبر سنہ ۱۹۶۴ء

اصلی، سچا اور کھرا اسلام

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ وَاِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۝ سورہ النساء پ۶ آیت ۱۷۰

ترجمہ:- اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ٹھیک بات لے کر رسول آچکا۔ سو مان لو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ اور اگر انکار کروگے تو اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

سب لوگوں کو منادی کی جاتی ہے کہ اے لوگو! ہمارا رسول سچی کتاب اور سچا دین لے کر تمہارے پاس پہنچ چکا۔ اب تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ اس کی بات مانو اور نہ مانوگے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالٰے کا ہے جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے اور تمہارے تمام احوال و افعال سے خبردار ہے۔ تمہارے اعمال کا پورا حساب و کتاب ہو کر اس کا بدلہ ملے گا۔

فائدہ

اس ارشاد سے صاف معلوم ہو گیا کہ وحی جو پیغمبر پر نازل ہو اُس کا ماننا فرض اور اس کا انکار کفر ہے۔

بزرگانِ محترم!

اس آیت کریمہ میں تمام نوع انسانی کو دعوتِ عام دی گئی ہے کہ اے آدم کی اولاد یہ رسول جناب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالٰے شانہٗ کی طرف سے ٹھیک ٹھیک باتیں لے کر تمہیں صحیح راستہ بتانے اور سچا اور کھرا اسلام سمجھانے آئے ہیں۔ ان کے کہنے کا یقین کرو ان کی بات مانو اور ایمان لے آؤ۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے۔ یہ تمہیں ایمان کے راستے پر چلانا چاہتے ہیں۔ جس میں کوئی کھٹکا نہیں۔ یہ سچا، کھرا اور سیدھا اسلام پیش کرتے ہیں۔ جس میں کوئی کجی نہیں اور اگر تمہاری عقل میں فتور نہیں تو جان لو کہ ان کی راہ سیدھی اللہ تعالٰے کے حضور لے جانے والی راہ ہے۔ ان کی بات اگر تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو سمجھ لو کہ تمہاری سمجھ کا قصور ہے۔ ان کے بیان کرنے میں کوئی کمی اور نقص نہیں۔ ذرا سوچو! وہ تمہارے بھلے کی کہتے ہیں اور اس کا تم سے بدلہ نہیں چاہتے۔ مال و دولت جمع کرنا ان کا مقصد نہیں، حکومت کا انہیں کوئی شوق نہیں۔ تمہاری خیر خواہی کے سوا ان کے دل میں اور کچھ نہیں۔ اگر تم کفر کروگے تو اللہ کا اس میں کچھ نقصان نہیں۔ جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے اس سب کا وہی مالک ہے۔ تمہارے کفر سے اس کی بادشاہت پر کوئی آنچ نہ آئے گی۔ وہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

کھرا اور اصلی مسلمان

مذکورہ بالا بیان کی روشنی میں اب کھرا اور اصلی مسلمان وہ ہوگا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اور ان کے طریق پر پوری طرح عمل کرے ورنہ کھوٹا اور نقلی ہوگا۔

کتاب وسنّت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اور آپؐ کے طریق کو کتاب وسنت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ فرامینِ الٰہی کے مجموعے کا نام قرآن (کتاب) اور آقائے نامدار جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کا نام حدیث (سنت) ہے۔ اللہ تعالٰے ہمیں ان دو نوروں ہی کی روشنی میں زندگی کا راستہ طے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

برادرانِ اسلام!

ایک مسلمان جب اپنی زبان سے "محمد رسول اللہ" کے الفاظ ادا کرتا ہے تو وہ اقرار کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر خدا ہیں اور میں ان کا فرمانبردار اُمتی ہوں۔ اب زندگی کے ہر گوشے اور ہر شعبے میں اس پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ارشادِ ربانی ملاحظہ فرمائیے:۔

ہر معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرو

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ۝

(سورہ الاحزاب۔ رکوع ۳۔ پارہ ۲۱)

ترجمہ:- البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے جو اللہ (سے ملنے) اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

اللہ تعالٰے کی محبت کا تمغہ حضورؐ کے اتباع ہی سے حاصل ہو سکتا ہے

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

سورہ آل عمران۔ رکوع ۴ پارہ ۳

ترجمہ:- کہہ دو اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنیوالوں کے لئے دوزخ کی وعید

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ

سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ط وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝
(سورۃ النساء رکوع ۱۷ - پارہ ۵)

ترجمہ:- اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

نتیجہ

یہ نکلا کہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین امت کو سکھایا ہے جس کا عملی نقشہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں نظر آتا ہے اپنے آپ کو اسی دین کا پابند بنائے تاکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں۔ رضاء الٰہی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا میں اطمینان کی زندگی بسر ہوگی اور آخرت میں بہشت کا داخلہ نصیب ہوگا۔ یہی دین سچا، کھرا اور اصلی اسلام ہے۔ اور اسی کو محمدی اسلام کے نام سے ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ پکارا کرتے تھے۔

خلفائے راشدین کا راستہ
ہدایت یافتہ لوگوں کا راستہ ہے

عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہا۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ پھر ہمیں ایسا وعظ فرمایا جو دل تک پہنچنے والا تھا اس سے ہماری آنکھوں میں آنسو بہہ نکلے اور اس سے دل کانپ اٹھے۔ پھر ایک شخص نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! گویا یہ وعظ تو رخصت ہونے والے کی طرز کا ہے۔ پھر ہمیں وصیت فرمائیے" پھر آپ نے فرمایا "میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور امیر کا حکم سننے اور فرمانبرداری کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اگرچہ امیر حبشی غلام ہی ہو۔ پس تحقیق شان یہ ہے کہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا پھر قریب ہے کہ وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا پھر تم میرے خلفائے راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں ان کے طریقے کو لازم کر کے پکڑو۔ اسی کو مضبوط کر کے پکڑو اور اسی طریقہ پر دانتوں سے چک مارے رکھو اور جو نئی نئی چیزیں پیدا ہوں ان سے بچو۔ پس ہر نئی چیز بدعت ہوگی اور ہر بدعت گمراہی ہوگی۔
(رواہ احمد، ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)

حاصل

اس حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ اصل دین وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ہم تک پہنچا ہے۔ خلفائے راشدینؓ ہدایت یافتہ گروہ کے ممتاز افراد ہیں۔ اور ان کی تابعداری عین تقاضائے دین ہے۔ ہمیں اسی دین کی تابعداری کرنی چاہیئے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا پیش کردہ ہے۔ جو چیزیں اس دین کے بعد ایجاد ہوئیں وہ دین نہیں ہیں۔ انہیں دین سمجھنا بدعت ہے اور ان سے بچنا ضروری ہے۔

صراط مستقیم

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا۔ پھر فرمایا۔ یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر اس کے دائیں اور بائیں اور خط کھینچے۔ اور فرمایا۔ یہ راستے ہیں۔ ان میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے اور آپ نے یہ آیت پڑھی وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ الآیہ
ترجمہ:- اور یہی میرا سیدھا راستہ ہے اس کی تابعداری کرو۔
(رواہ احمد والنسائی والدارمی)

کامل مومن

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ۔ (رواہ فی شرح السنۃ وقال النووی فی اربعینہ ہذا حدیث صحیح)

ترجمہ:- عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ اس کی خواہش اس چیز کے تابع ہو جائے جو میں لایا ہوں۔

حاصل

یہ نکلا کہ کامل مومن وہ ہے جس کی طبیعت کی ہر خواہش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ دین کے مطابق ہو جائے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تابعداری اپنے دل کے شوق سے کرے۔ اللّٰھم اجعلنا منھم

جنتی فرقہ

ترمذی شریف میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البتہ ضرور میری امت پر بھی وہ دور آئے گا جس طرح بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ جس طرح (ایک انسان کا) ایک پاؤں کا جوتا دوسرے پاؤں کے جوتے کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے ہم بستری کی تھی تو میری امت میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ جو یہ کام کرے گا۔ اور تحقیق بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ سوائے ایک فرقہ کے باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ کون سا فرقہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ کرامؓ ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ صحیح۔ اصلی اور کھرا اسلام فقط وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے نقل ہو کر چلا آ رہا ہے۔ اس کے بعد دوسری سب قسمیں بناوٹی اور نقلی ہیں۔ ان سے مسلمانوں کو بچنا چاہیئے۔

وفات حسرت آیات

۲۴ر اگست بروز سوموار گھروٹ ضلع سرگودھا میں حضرت مولانا محمد علی کھیرا (خلیفہ مجاز حضرت رحمۃ اللہ علیہ) انتقال فرما گئے

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

قارئین کرام مرحوم کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ (ادارہ)

میاں غلام حسین قلعہ گوجر سنگھ لاہور

اسلام اور مسلمان

اسلام اور مسلمان آج کل ایک چیز نہیں ہے۔ جب یہ دونوں چیزیں ایک تھیں تو ہماری تاریخ مختلف تھی اب تو اسلام نام ہے کتابوں میں لکھے ہوئے ایک مذہب کا اور مسلمان نام ہے ایک ایسی قوم کا جس کے اعمال کو دیکھ کر یہودی بھی شرما جائیں ـــــ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ وقف
(پ ۳ آل عمران آیت ۱۹)

ترجمہ:- بے شک دین اللہ کے ہاں فرماں برداری ہی ہے

عربی زبان میں لفظ دین کئی معنوں میں آتا ہے۔ اس کے ایک معنی غلبہ اور اقتدار کے ہیں دوسرے معنی اطاعت و غلامی کے تیسرے معنی جزاؤ بدلہ کے اور چوتھے معنی طریقہ اور مسلک کے ہیں۔ اس آیت میں یہ لفظ چوتھے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی دین سے مراد وہ طریق زندگی یا طرز فکر وعمل ہے۔ جس کی پیروی کی جائے۔ آیت مندرجہ بالا میں قرآن مجید کا دعویٰ یہ نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ایک طریق زندگی ہے۔ بلکہ اس کا دعوےٰ یہ ہے کہ اسلام ہی ایک حقیقی اور صحیح طریق زندگی یا طرز فکر وعمل ہے۔ اور انسان کی پوری زندگی کا طریق عمل ہے۔

اسلام کے اصلی معنی سونپ دینے کے ہیں۔ مذہب اسلام کو اسی لحاظ سے اسلام کہا جاتا ہے کہ ایک مسلم اپنے کو ہمہ تن خدائے واحد کے سپرد کر دینے اور اس کے احکام کے سامنے گردن ڈال دینے کا اقرار کرتا ہے۔ گویا اسلام انقیاد و تسلیم کا اور مسلمانی حکمبرداری کا دوسرا نام ہے۔ دین و مذہب صرف ایک ہی چیز کا نام ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ بندہ دل و جان سے اپنے آپ کو خداوند قدوس کے سپرد کر دے اور جو حکم اس کی طرف سے پائے بے چون وچرا گردن تسلیم اس کے سامنے جھکا دے۔ اسلام درحقیقت کوئی جدید العہد مذہب نہیں ہے۔ جس کی بنا آج سے پونے چودہ سو سال ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈالی تھی۔ بلکہ جس روز پہلی مرتبہ اس کرۂ زمین پر انسان کا ظہور ہوا تھا۔ اسی روز خدا نے انسان کو بتا دیا تھا۔ کہ تیرے لئے صرف اسلام ہی ایک صحیح طرز عمل ہے اور سارے انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے وقت میں اسی اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس دین کو مکمل کر دیا گیا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝
(پ ۳ آل عمران آیت ۸۵)

ترجمہ۔ اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا

اسلام سارے انبیاء علیہم السلام کا متفقہ دین ہے اس کے سوا اور کوئی دین نہ کبھی قبول ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ طلوع آفتاب کے بعد مٹی کے چراغ جلانا یا گیس اور بجلی کی روشنی تلاش کرنی ایک لغو اور کھلی حماقت ہے۔ یہ دین تمام روشنیوں کا خزانہ ہے اس عالمگیر اور مکمل دین کے بعد اب کسی اور دین کا انتظار کرنا سفاہت ہے۔ اسلام کے سوا خدا کی مقبولیت اور نجات کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

مسلم کے معنی ہیں حکم بردار اور وفا شعار۔ نوع انسان کے لئے سب سے صحیح طریق زندگی یہی ہے کہ وہ حق تعالےٰ کے آگے سر تسلیم خم کر دے اور اس کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لے

اسلام میں داخل ہونے کے لئے سب سے پہلا اقرار یا حلف وفاداری جو انسان سے لیا جاتا ہے وہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ کا اقرار کہ ہم صرف اور صرف اللہ ہی کے آگے جھکیں گے۔ اور اسی کے آگے ہاتھ پھیلائیں گے اور نہ اس کے سوا کسی کی عبادت کریں گے اور نہ کسی کو حقیقی طور پر صاحب اقتدار و اختیار اور معین و مددگار جانکر اس کے آگے ہاتھ پھیلائینگے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ اس چھوٹے سے جملہ پر دل سے گواہی دینے پر انسان کی زندگی یکسر بدل جاتی ہے۔ اگرچہ اس کی ساری زندگی پہلے خدا کی نافرمانی کفر و جحود اور گناہ و عصیان میں بسر ہوئی ہو۔ لیکن اس حقیقت کے اعتراف سے اُسے اسفل سافلین سے اُٹھا کر اعلیٰ علیین میں کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ اس کلمہ کو کفر و اسلام کی حد فاصل قرار دیا گیا ہے۔

زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہدینا بڑا آسان ہے۔ لیکن اس کی حقیقت کا اعتراف کرنے کے بعد جو ذمے داریاں مسلمان پر عائد ہوتی ہیں۔ ان کا پورا کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن اگر ان ذمہ داریوں کو مسلمان پورا نہ کرے۔ تو پھر اس کا اعتراف کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس کی مثال تو اس مسافر کی ہے۔ کہ جس نے پشاور جانے کے لئے ٹکٹ خریدا۔ اور آنکھیں بند کر کے مسافر خانہ میں بنچ پر بیٹھ جائے اور یہ خیال کرے کہ بس اب میں پشاور پہنچ جاؤں گا۔ تو یہ اس کی حماقت ہے۔ پشاور پہنچنے کے لئے پلیٹ فارم پر جا کر گاڑی میں سوار ہو کر دس بارہ گھنٹے تک سفر کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں گی پھر کہیں جا کر منزل مقصود پر پہنچے گا۔ اسی طرح صرف زبان سے پڑھ دینا نجات کا ذریعہ نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کے اوامر کو بجا نہ لایا جائے اور نواہی سے پرہیز نہ کیا جائے۔ زبانی کلمہ ہر کوئی پڑھتا ہے دل سے پڑھنے والا کوئی کوئی ہوتا ہے جب دل سے پڑھا جائے۔ تو پھر زبان بند ہو جاتی ہے۔ اور دل اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے

آج کل کے نوجوان کا خیال ہے۔ کہ ساڑھے تیرہ سو سال کا کہنہ اسلام ہمارے لئے مفید نہیں ہو سکتا وہ اسلام غیر متمدن اور غیر مہذب ریگستان عرب کے باشندوں کے لئے مفید تھا آج کل کے مہذب لوگوں کے لئے وہ اسلام چراغ راہ نہیں بن سکتا یہ سب ان کی جہالت کا نتیجہ ہے۔ دراصل انہوں نے اسلام کو سمجھا ہی نہیں۔ ماں باپ کا فرض ہے۔ کہ اپنی اولاد کو قرآن مجید اور سنت رسول کی تعلیم دلائیں اگر اگر ماں باپ نے بی اے ایم اے نہ کرایا۔ تو بھوک لگنے پر خود بخود ذریعہ معاش تلاش کر لیں گے۔ لیکن دین سیکھنے کے لئے مجبور نہ ہوں گے۔ اس لئے مرنے کے بعد اپنی غلطی کو محسوس کریں گے۔ لیکن اس وقت کا احساس کسی کام نہ آئے گا۔ نتیجہ خسر الدنیا والاخرۃ مسلمان کا فرض صرف کوٹھیاں بنانا بچے جننا اُن کی پرورش کرنا اور ان کی ضروریات زندگی مہیا کرنا ہی نہیں ہے۔ یہ تو ہندو سکھ عیسائی سب ہی کرتے ہیں پھر مسلم اور غیر مسلم میں فرق کیا رہا۔

ہم اپنے بچوں کو طلب دنیا کے لئے انگریزی سکولوں میں دھکیلے جاتے ہیں۔ اور قرآن کی تعلیم سے بالکل غافل ہو گئے ہیں۔ اگر عداد و شمار جمع

کئے جائیں۔ تو میٹرک ایف اے بی اے اور ایم اے پاس کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہوگی۔ اور دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کی تعداد چند سو سے بھی زیادہ نہ ہوگی۔ اور جو بی اے ایم اے پاس کر بھی لیتے ہیں۔ ان کی اکثریت روزگار سے محروم رہتی ہے نہ دین ہی ہاتھ آیا نہ دنیا بچپن میں دین کی تعلیم نہ دی جائے۔ تو بڑے ہو کر ان پر انگریزی تمدن کا بھوت سوار ہو جاتا ہے۔ تو پھر قرآن اور اسلام پر اعتراض کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کالجوں اور سکولوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تعلیم نہیں دی جاتی اور جب تک یہ حقوق ادا نہ ہوں انسان صحیح معنوں میں مسلمان ہو ہی نہیں سکتا عبداللہ عبدالرحمٰن اور محمد دین نام رکھنے سے انسان مسلمان نہیں ہو سکتا یہ تو مردم شماری کے مسلمان ہیں اللہ تعالےٰ کے نزدیک مسلمان نہیں ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک مسلمان وہ ہے۔ جو اس کا حکم بردار ہو اور اس کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ لیکن آج کل کے مسلمانوں کی اکثریت ایسی ہے کہ بچہ پیدا ہونے پر اس کے کان میں اذان بھی نہیں کہہ سکتے اذان بھی محلہ کا امام کہے۔ اسلامی نام رکھ دیا ختنہ کرا دیا اور مسلمانوں کی فہرست میں نام درج کرا دیا۔ بس پکے مسلمان۔ جوان ہوئے تو محلہ کے مولوی صاحب نے نکاح پڑھا دیا۔ کلمے بھی بہت کم کو یاد ہوتے ہیں۔ آگے آگے امام صاحب پڑھتے جاتے ہیں۔ اس کو سن کر لڑکے اور لڑکیاں بھی پڑھتے چلے جاتے ہیں۔ دنیا سے رخصت ہوئے تو پھر امام صاحب نے غسل دیا اور جنازہ پڑھا کر سپرد خاک کر دیا۔ جنازہ پڑھنے والوں میں سے شائد ہی کسی کو جنازے کی نیت اور دعا یاد ہوگی۔ امام صاحب کو جنازہ سامنے رکھ کر جنازہ کی نیت کی تعلیم دینی پڑتی ہے۔ کیا یہ تعلیم کا وقت ہے؟ ایک دفعہ پاکستان بننے سے پہلے اسلامیہ کالج لاہور کی گراؤنڈ میں ایک اللہ والے کے جنازے میں شامل ہونے کے لئے گیا۔ میرے ساتھ ایک بڑے عمر رسیدہ پروفیسر کھڑے تھے جب امام نے پہلی تکبیر کہی تو وہ بھی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے جب امام نے دوسری تکبیر کہی۔ تو وہ رکوع میں چلے گئے۔ لیکن جب دیکھا کہ آس پاس والے رکوع میں نہیں گئے۔ تو جھٹ سیدھے کھڑے ہو کر کہنے لگے BEG YOUR PARDON (معافی کا خواستگار ہوں) یہ اسلامی تعلیم سے بے بہرہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ اس جہالت پر جتنا بھی رویا جائے کم ہے۔

لاہور کے ایک اوسط درجے کے رئیس آدمی نے اپنے لڑکے کو بی اے پاس کرانے کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلینڈ کو روانہ کیا۔ اور اس کی تعلیم کے اخراجات کے لئے اپنا سارا سرمایہ خرچ کر دیا حتیٰ کہ اپنا مکان بھی فروخت کر دیا کچھ عرصہ کے بعد جب وہ اپنی تعلیم پوری کر چکا۔ تو اپنے والد کو اپنی واپسی کی اطلاع دی تو والد کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس نے ارادہ کیا کہ کراچی پہنچکر اپنے برخوردار کا استقبال کرے۔ لیکن قدرت کو منظور نہ تھا وہ اچانک بیمار ہو گیا۔ اور مر گیا۔ لاہور پہنچنے پر لڑکے کو اپنے والد کے انتقال کا بڑا صدمہ ہوا روتا ہوا اس کی قبر پر پہنچا اور کہنے لگا کہ ابا! اگر تو نے مجھے قرآن پڑھایا ہوتا تو آج میں تیری قبر پر بیٹھ کر قرآن پڑھتا۔ اور تیرے لئے دعائے مغفرت کرتا دست حسرت ملتا ہوا گھر واپس آگیا۔

اسی طرح ایک اور نوجوان پانچ چھ سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد آیا تو ایک دن اپنے والد کے ساتھ بازار میں جا رہا تھا راستے میں ایک مسجد دکھائی دی تو کہنے لگا۔ یہ مسلمانوں کا گرجا گھر ہے؟ ہمارے اکثر نوجوانوں کی حالت ایسی ہی ہے۔ لیکن ان میں بھی کچھ ایسے ہیں۔ جو دنیا کی تعلیم کے ساتھ دین کی تعلیم بھی جاری رکھتے ہیں۔ لیکن ایسے بہت کم ہیں۔ کسی اللہ والے کے پاس بیٹھے بغیر انسان انسان نہیں بن سکتا۔ ان کی صحبت میں اسلام کا رنگ چڑھتا ہے۔ اور انسان انسان بن جاتا ہے۔ اگر کسی کے پاس دنیا کے مال و متاع کی کثرت ہو بڑی بڑی کوٹھیاں موجود ہوں۔ ان کے سامنے وسیع باغ ہوں درجنوں نوکر حکم بجا لانے کے لئے دست بستہ کھڑے ہوں۔ لیکن اس کوٹھی میں دین کا نام و نشان نہ ہو نہ اس میں قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہو اور نہ نماز پڑھی جاتی ہو تو ایسی کوٹھی پر خدا کی لعنت برستی ہے غریب سے غریب مسلمان جو ایک جھونپڑی میں رہتا ہو کپڑے پھٹے پرانے ہوں۔ لیکن ہر بات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کے لئے کوشاں رہتا ہو تو اس کی جھونپڑی پر بھی اللہ تعالےٰ کی رحمت نازل ہوتی رہتی ہے۔

جس طرح دنیا میں چین سے رہنے کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہے۔ اسی طرح دار آخرت میں آرام سے زندگی بسر کرنے کے لئے نیک اعمال کے سرمایہ کی ضرورت ہے۔ وہاں کوٹھیاں موٹریں اور چاندی سونا کام نہیں آئے گا۔ وہاں صرف اعمال کام آئیں گے۔ یاد رکھو خدا کا قانون اٹل ہے اس میں ردو بدل کا امکان ہی نہیں وہ اپنے نافرمانوں کو مہلت دیتا ہے۔ اپنی اصلاح نہ کریں تو پھر اس کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔ اس گرفت سے نہ غریب بچ سکتا ہے نہ امیر نہ ادنیٰ اور نہ اعلیٰ۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ سچا اور مکمل دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے تو اُس کی مکمل پیروی کرو اور شیطان کی اطاعت سے بچو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

(پ ۲ البقرہ آئت ۲۰۸)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے خدا کے جملہ احکام ماننے کے لئے گردن جھکا دینا اور اپنی آزادی سے دستبردار ہو جانا اسلام ہے۔ اسلام یہ نہیں ہے۔ کہ جس چیز پر دل نے مان لیا۔ اس کو اختیار کر لیا۔ جس چیز کو طبیعت نے گوارا نہ کیا اس کو نظر انداز کر دیا۔ یہ اسلام نہیں ہے شیطان کی پیروی ہے۔ ظاہر و باطن عقیدہ اور عمل میں احکام اسلام کی پیروی کرو اور ہر شعبۂ حیات میں خدا کی فرمانبرداری اختیار کرو۔ دو رنگی چھوڑ دو کہ کسی کام میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کر لی اور دوسرے میں شیطان کی پیروی کر لی۔ طبیعت شریعت کے تابع رہ کر چلنے سے گریز کرتی ہے۔ جن باتوں کو طبیعت مان لیتی ہے۔ ان پر تو عمل کر لیتی ہے۔ لیکن جنہیں نہیں مانتی ان کا انکار کر دیتی ہے۔ کسی چیز کو مان لیا اور کسی کا انکار کر دیا یہ دو رنگی ہے۔ اور بہت بڑی بیماری ہے۔ جس میں اکثر لوگ گرفتار ہیں اور یہ مہلک بیماری آخری دم تک پیچھا نہیں چھوڑتی۔ اپنی عقل سے یا دوسروں کے کہنے پر احکام شریعت میں اضافے یا ترمیم کی کوشش نہ کرو۔ دین کی تکمیل کے متعلق اللہ تعالےٰ کے اعلان

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۝

(پ ۶ المائدۃ آئت ۳)

ترجمہ۔ آج میں تمہارے لئے تمہارا دین پورا کر چکا میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر چکا۔ اور میں نے تمہارے واسطے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے کو مدنظر رکھو۔

شریعت الٰہی ہر طرح مکمل ہے۔ اور وہ روز بروز کے قانونی ردو بدل اور ترمیم سے محفوظ ہے۔ مسلمان اس قانون الٰہی کی روشنی میں چلتا ہے۔ جس کے ذریعہ زندگی کی تمام راہیں اور

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

محمد شفیع عمرالدین حیدرآباد

برکاتِ تقویٰ

دنیا و آخرت کی بھلائیاں متقیوں کے لئے ہی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا متقی ہے

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط

(پ ۲۶ الحجرات آیت ۱۳)

ترجمہ:۔ بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ فضیلت اور عزت کا معیار دنیاوی مال و دولت کی فراوانی نہیں۔ بلکہ تقویٰ ہے

حدیث:۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَامِکُمْ وَلَا اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ

(ریاض الصالحین بحوالہ مسلم)

ترجمہ۔ بے شک اللہ تعالےٰ تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتا۔ نہ ہی تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے لیکن وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

حدیث:۔ انظر فانک بخیر من احمر ولا اسود الا تفضلہ بتقوی اللہ

(ابن کثیر بحوالہ مسند احمد)

ترجمہ:۔ دیکھئے! بے شک تو نہ تو سُرخ رنگ کا ہونے سے بھلا ہے۔ اور نہ ہی کالے رنگ کا مگر بندے کی فضیلت اللہ سے ڈرنے میں ہے۔

یعنی گورا یا کالا ہونا کوئی فضیلت نہیں فضیلت تقویٰ میں ہے۔

حدیث:۔ المسلمون اخوۃ لا فضل لاحد علی احد الا بالتقوی (ابن کثیر)

ترجمہ۔ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کی وجہ سے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کیساتھ ہے

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ع (پ ۱۴ النحل آیت ۱۲۸)

ترجمہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔ جو پرہیزگار ہیں۔ اور جو نیکی کرتے ہیں

حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ (۱) پرہیزگاروں اور (۲) احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

پرہیزگاری کفر و شرک اور محرمات سے بچنے کا نام ہے۔ اور "احسان" اطاعت اور نیکی کے کاموں میں لگے رہنا ہے

ان کی برکت سے اللہ تعالےٰ کی مدد ملتی ہے دشمنوں اور مخالفوں پر اللہ تعالیٰ غلبہ عطا فرماتا ہے۔ ایک شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

دشمنم ارچہ کند صد قصد ہلاک
چوں تو۔ باما ئی ندارم ہیچ باک

اللہ تعالیٰ کی مدد کا نمونہ سیرت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ملاحظہ فرمایئے۔ آپ سرکارؐ اور حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور میں چھپے بیٹھے ہیں۔ کفار آپؐ کی تلاش میں غار کے منہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس وقت آپ حضرت ابوبکرؓ کی تسلی یوں فرماتے ہیں:۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ج

(پ ۱۰ التوبۃ آیت ۴۰)

ترجمہ۔ تو غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اللہ تعالےٰ نے آپؐ کی مدد فرمائی۔ کفار ناکام واپس لوٹ گئے۔ کیوں کہ ان کا خیال تھا۔ کہ آپ غار میں نہیں چھپے ہیں۔

نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بھی ہمارے سامنے موجود ہے۔ کفار نے آپ کو آگ میں ڈال دیا۔

اس وقت آپ کے آخری الفاظ یہ تھے۔

حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ

یعنی میرے لئے میرا اللہ کافی ہے۔ اور وہ اچھا کارساز ہے (الجامع الصغیر)

نِعْمَ الْوَکِیْلُ نے کفار کی چال کو ناکام کر دیا۔ اور نار کو گلزار بنا دیا اس سے جلانے کی قوت سلب کرلی۔

قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ۝ (پ ۱۷ الانبیاء ۶۹)

ترجمہ۔ ہم نے کہا اے لوگ ابراہیم پر سرد و راحت ہوجا۔

۳۔ پرہیزگاروں کو نعمتیں ملتی ہیں

وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنْ کَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝

(پ ۹ الاعراف آیت ۹۶)

ترجمہ۔ اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور ڈرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے نعمتوں کے دروازے کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا پھر ہم نے انہیں ان کے اعمال کے سبب سے گرفت کی۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

یعنی

ہم کو بندوں سے کوئی ضد نہیں۔ جو لوگ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوتے ہیں۔ یہ انہی کی کرتوتوں کا نتیجہ ہے

اگر

یہ لوگ ہمارے پیغمبروں کا کہا مانتے اور حق کے سامنے گردن جھکاتے۔ اور کفر و تکذیب وغیرہ سے بچ کر

تقویٰ

کی راہ اختیار کرتے، تو ہم ان کو آسمانی و زمینی برکات سے مالا مال کر دیتے۔ امام رازی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ 'برکت' کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ کبھی تو خیر باقی و دائم کو برکت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور کبھی کثرت آثار فاضلہ پر یہ لفظ اطلاق کیا جاتا ہے۔ لہذا آیت کی مراد یہ ہوگی کہ

ایمان و تقویٰ

اختیار کرنے پر اُن آسمانی و زمینی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے جو دائمی اور غیر منقطع ہوں۔ یا جن کے آثار فاضلہ بہت کثرت سے ہوں۔ ایسی خوشحالی نہیں جو مکذبین کو چند روز کے لئے بطور امہال استدراج حاصل ہوتی ہے۔ اور انجام کار دنیا میں ورنہ آخرت میں تو ضرور ہی وبال جان بنتی ہے۔"

کشتی سے اُترتے وقت نوح علیہ السلام کو حکم ملا۔

قِیْلَ یٰنُوْحُ اھْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَکٰتٍ عَلَیْکَ وَعَلٰٓی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَکَ ط وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُھُمْ ثُمَّ یَمَسُّھُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (پ ۱۳ ہود آیت ۴۸)

ترجمہ:۔ کہا گیا اے نوح ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر اور تمہارے ساتھ والوں پر رہیں گی کشتی سے اترو۔ اور دوسرے فرقے ہیں کہ ہم انہیں دنیا میں فائدہ دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا

حاصل یہ نکلا برکات و سلامتی نوح علیہ السلام

اور آپ کے ساتھیوں اور ان کے آئندہ پیدا ہونے والی نسلوں پر ہوں گی جو مومن اور پرہیزگار ہوں گے - نیز آئندہ نسلوں میں سے جو کفار ہونگے انہیں دنیا میں چند روزہ نعمتیں تو ملیں گی - مگر آخرت کی نعمتوں سے وہ محروم رہیں گے - اور دردناک دائمی عذاب میں گرفتار ہوں گے -

۴ - بے قیاس وگمان روزی کا ملنا

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ

(پ ۲۸ الطلاق آیت ۲-۳)

ترجمہ :- اور جو اللہ سے ڈرتا ہے - اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے - اور اسے رزق دیتا ہے - جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو -

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

اللہ کا ڈر دارین کے خزانوں کی کنجی اور کامیابیوں کا ذریعہ ہے - اس سے مشکلیں آسان ہوتی ہوتی ہیں بے قیاس وگمان روزی ملتی ہے - گناہ معاف ہوتے ہیں جنت ہاتھ آتی ہے - اجر بڑھتا ہے - اور ایک عجیب قلبی سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے - جس کے بعد کوئی سختی ، سختی نہیں رہتی اور تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کافور ہوجاتی ہیں ایک حدیث میں آپ نے فرمایا - اگر تمام دنیا کے لوگ اس آیت کو پکڑ لیں تو اُن کو کافی ہوجائے

۵ - دنیاوی عذاب سے نجات

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

(پ ۲۴ حٰم السجدۃ آیت ۱۷-۱۸)

ترجمہ - اور جو قوم ثمود تھی - ہم نے انہیں ہدایت کی سو انہوں نے گمراہی کو مقابلہ ہدایت کے پسند کیا - پھر انہیں ذلیل کرنے والے عذاب نے آلیا ان کے اعمال کے سبب سے اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہتے تھے ہم نے انہیں بچا لیا -

حاصل

یہ نکلا جب عذاب آیا تو اس سے (۱) ایماندار اور (۲) پرہیزگار ہی بچے -

لہذا اب سب انسانوں کے لئے عذاب سے بچنے کی ایک ہی راہ ہے - اور وہ یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری پیغمبر حضرت سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنا شعار بنائیں اور اعمال صالحہ بجا لاتے رہیں -

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝

(پ ۵ النساء آیت ۱۴۷)

ترجمہ - اللہ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار بنو اور ایمان لے آؤ اور اللہ قدردان جاننے والا ہے -

۶ - قیامت کے دن عذاب سے نجات

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْۗءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

(پ ۲۴ الزمر آیت ۶۰-۶۱)

ترجمہ - اور قیامت کے دن آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے - جو اللہ پر جھوٹ الزام لگاتے ہیں - کہ ان کے منہ سیاہ ہوں گے - کیا دوزخ میں تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ نہیں ہے ؟ اور اللہ لوگوں کو کامیابی کے ساتھ نجات دے گا - جو (شرک و کفر سے) بچتے تھے - انہیں تکلیف نہیں پہنچے گی - اور نہ وہ غمگین ہوں گے -

حاصل

یہ نکلا کہ قیامت کے دن پرہیزگار ہی عذاب سے بچ سکیں گے -

۷ - آخرت کا گھر پرہیزگاروں کیلئے ہے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

(پ ۱۳ یوسف آیت ۱۰۹)

ترجمہ - اور تجھ سے پہلے ہم نے جتنے پیغمبر بھیجے وہ سب بستیوں کے رہنے والے مرد ہی تھے - ہم ان کی طرف وحی بھیجتے تھے - پھر وہ زمین سیر کرکے کیوں نہیں دیکھتے - کہ ان کا انجام کیا ہوا جو اُن سے پہلے تھے - اور البتہ آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے - پھر تم کیوں نہیں سمجھتے ؟

۸ - کفار پر برتری پرہیزگاروں کیلئے ہے

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

(پ ۲ البقرہ آیت ۲۱۲)

ترجمہ - کافروں کو دنیا کی زندگی بھلی لگتی ہے اور وہ ان لوگوں کا مذاق اُڑاتے ہیں - جو ایمان لائے - حالانکہ جو لوگ پرہیزگار ہیں - وہ قیامت کے دن ان سے بالاتر ہوں گے - اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے

حاشیہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ

۱ - یعنی کافر اللہ کے صاف احکام اور اس کے پیغمبروں کی مخالفت کرتے ہیں - جو اوپر مذکور ہوچکا - اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کی نظروں میں دنیا کی خوبی اور اس کی محبت ایسی سما گئی ہے اور اُس کے مقابلہ میں آخرت کے رنج اور راحت کو خیال ہی میں نہیں لاتے بلکہ مسلمان جو فکر آخرت میں مصروف اور اللہ کے احکام کی تعمیل میں مشغول ہیں - اُلٹا اُن کو ہنستے ہیں - اور ذلیل سمجھتے ہیں - سو ایسے احمق نفس کے بندوں سے تعمیل احکام الٰہی ہو تو کیوں کر ہو - رؤسائے مشرکین حضرت بلالؓ عمارؓ اور صہیبؓ اور فقرائے مہاجرین کو دیکھ کر تمسخر کرتے کہ ان نادانوں نے آخرت کے خیال پر دنیا کی تکالیف اور مصائب کو اپنے سر لیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو دیکھو کہ ان فقیروں محتاجوں کی امداد سے عرب کے سرداروں پر غالب آنا اور دنیا بھر کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں -

۲ - اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے کہ یہ ان کی جہالت اور خام خیالی ہے کہ دنیا پر ایسے غش ہیں - وہ نہیں جانتے کہ یہی غربا اور فقرا ، قیامت کو اُن سے اعلیٰ اور برتر ہوں گے - اللہ دنیا و آخرت میں جس کو چاہے بے شمار روزی عطا فرمائے چنانچہ انہی غریبوں کو جن پر کافر ہنستے تھے اموال بنی قریظہ اور نضیر اور سلطنت فارس و روم وغیرہ پر اللہ نے مسلط کردیا

۹ - آخرت کی بہتری پرہیزگاروں کیلئے ہے

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى

(پ ۵ النساء آیت ۷۷)

ترجمہ - ان سے کہدو دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے - آخرت پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے -

۱۰ - جنت کے راستہ میں آسانی پرہیزگاروں کے لئے ہے

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝

(پ ۳۰ اللیل آیت ۵-۶-۷)

ترجمہ - پھر جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

بقیہ برکات تقویٰ صنا سے آگے

نیک بات کی تصدیق کی۔ تو ہم ان کے لئے جنت کی راہیں آسان کر دیں گے۔

"یعنی جو شخص نیک راستہ میں مال خرچ کرتا اور دل میں خدا سے ڈرتا ہے۔ اور اسلام کی بھلی باتوں کو سچ جانتا اور بشارات ربّانی کو صحیح سمجھتا ہے۔ اس کے لئے ہم اپنی عادت کے موافق نیکی کا آسان راستہ کر دیں گے۔ اور انجام کار انتہائی آسانی اور راحت کے مقام پر پہنچا دینگے جس کا نام جنت ہے (حضرت مولینا عثمانی رح)

۱۱۔ جنت پرہیزگاروں کا ٹھکانا ہے

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝

(پ ۱۳ الرعد آیت ۳۵)

ترجمہ۔ اس جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جس کے میوے اور سائے ہمیشہ رہیں گے۔ یہ پرہیزگاروں کا انجام ہے۔ اور کافروں کا انجام آگ ہے۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی پرہیزگاروں کو ملتی ہے

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ ۝

(پ ۳ آل عمران آیت ۱۵)

ترجمہ۔ کہہ دے کیا میں تمہیں اس سے بہتر بتاؤں۔ پرہیزگاروں کے لئے اپنے رب کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہینگے اور پاک عورتیں ہیں۔ اور اللہ کی رضامندی ہے اور اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ پرہیزگاروں پر اللہ تعالیٰ راضی رہیگا۔ یہ سب سے بڑی نعمت ہے۔

۱۳۔ آخرت کے خوف اور غم سے نجات

يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (پ ۸ الاعراف ۳۵-۳۶)

ترجمہ۔ اے آدم کی اولاد اگر تم میں سے تمہارے پاس رسول آئیں جو تمہیں میری آیتیں سنائیں پھر جو شخص ڈرے گا اور اصلاح کرے گا۔ ایسوں پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غم کھائیں گے اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔

یہ بھلائی کا پیغام سب انسانوں کے لئے ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔ آپؐ کی بعثت قیامت تک پیدا ہونے والے سب انسانوں کے لئے ہے۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(پ ۲۲ سبا آیت ۲۸)

ترجمہ۔ ہم نے آپ کو جو بھیجا ہے۔ تو صرف سب لوگوں کو خوشی اور ڈر سنانے کے لئے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

بقیہ اسلام اور مسلمان صث سے آگے

اس کے موڑ اس کے لئے روشن ہوتے ہیں۔ اور منزل مقصود صاف نظر آنے لگتی ہے۔ جب دین مکمل کر دیا گیا تو پھر کسی کو اس میں ترمیم یا ردو بدل کا کیا حق ہے اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کا مطالعہ کریں۔ تو آپ کو واضح ہوگا کہ دین و دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں ہے۔ جس کے لئے آپؐ نے ہدایات جاری نہ کی ہوں۔ اور خود عمل کرکے نہ دکھایا ہو۔ پھر اس میں اضافے یا ترمیم کے کیا معنی؟ کسی عقیدہ یا عمل کو کسی وجہ سے مستحسن سمجھ کر اپنی طرف سے دین میں شمار کر لینا اور دوسروں کو اس پر عمل کرنے کے لئے مجبور کرنا اور جو عمل نہ کرے اس کو بُرا سمجھنا بدعت ہے۔ بدعات کو دین میں ہمیشہ حسن عقیدت اور جہالت کی بناء پر شامل کیا جاتا ہے۔ اور شیطان بدعات کو دین کا جزو بنا کر دین کو خراب کرتا ہے۔

شادی غمی کے موقعہ پر جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے کیا اس کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ لیکن ہم کبھی خیال ہی نہیں کرتے کہ ہر کام میں آپؐ کے اُسوہ حسنہ کو سامنے رکھیں اور اُس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ ہم میں سے اکثریت ایسا نہیں کرتی بلکہ خلاف شرع رسمیں ادا کرنے میں دل کھول کر پیسے خرچ کرتے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ رسمیں ادا نہ کرے اور کرنے والوں کے خلاف آواز اٹھائے تو اس ذلیل کیا جاتا ہے۔ شادی اور غمی کے موقعہ پر جن رسموں کی پابندی ضروری خیال کی جاتی ہے۔ وہ سب کفار سے لی ہوئی ہیں اور بقول شخصے ہر کفر کہ کہنہ شد مسلمان شد۔ ان رسموں کو اسلام کا جزو خیال کیا جاتا ہے۔ یہ سب جہالت کا نتیجہ ہے۔ جو شخص شادی کے موقعہ پر ڈھولک بجانا تیل اور مہندی لگانا باجہ بجانا۔ دولھا کو سہرا باندھنا اور اس کو گھوڑی پر چڑھانا۔ اور غمی کے موقعہ پر تیجا اور چالیسواں وغیرہ ترک کر دے۔ اس کو وہابی کہا جاتا ہے۔ اور جو ان سب خلاف شرع رسموں کو ادا کرے وہ پکا مسلمان۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔ صحیح اور سہل طریقہ یہ ہے کہ ہر کام چھوٹا ہو یا بڑا خوشی کا ہو یا غمی کا کرنے سے پہلے یہ دیکھ لو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے اس پر عمل کرو دنیا کچھ کہتی پھرے اس کی پرواہ ہی نہ کرو اللہ کو راضی کرنا بڑا آسان ہے لیکن خلقت کو راضی کرنا بڑا مشکل ہے۔

شادی اور غمی کے موقعہ پر جو کچھ ہم کرتے ہیں ایمانداری سے اپنے دل سے پوچھئے کہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے اگر آپ کی ضمیر مردہ نہیں ہو چکی تو یقیناً جواب دے گی کہ وہ ہرگز ایسا نہیں کرتے تھے۔ پھر ہمیں کیا حق ہے ایسی رسومات میں اپنی کمائی برباد کرنے کا اور گناہ اپنے سر لینے کا حیرانی تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ کرتے اور اس کو گناہ خیال نہیں کرتے یاد رکھو کسی چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی ہلکا سمجھنا ضعف ایمان کی علامت ہے۔

ہادیان اسلام کے پیش ہمیشہ وہی مقاصد رہتے ہیں۔ جن کی تکمیل کے لئے انہیں اللہ تعالےٰ نے مامور کیا ہے زمانے کے حالات خواہ کتنے ہی بدل جائیں وہ اپنا موقف کبھی نہیں بدلتے حق کی نسبت اگر باطل زیادہ فروغ حاصل کرلے تو وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے وہ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے کوشش کرتے رہتے ہیں کوئی ان کی مانے یا نہ مانے وہ لوگوں کے رجحان طبع کی طرف کبھی توجہ نہیں کرتے جو لوگ دین میں عوام کے مذاق کی رعایت کرتے ہوئے دین کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتے ابتدائے آفرینش سے آج تک دنیا میں ہر زمانے میں اللہ تعالےٰ کے ایسے بندے آتے رہے جو قال اللہ قال الرسول کی آواز لوگوں تک پہنچاتے رہے اور ان ناجائز رسومات سے بچنے کی ہدایت کرتے رہے خوش قسمت ہیں وہ جنہوں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا اور اپنے مولا کو راضی کرکے دنیا سے رخصت ہوگئے۔ مسلمانوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل بہترین دستور العمل ہے۔ جو اس کی مخالفت کریگا اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کے طریقے کے خلاف کوئی اور راہ اختیار کرے گا اس کی نجات ناممکن ہے ہماری نئی نسل کی تباہی کا سبب ہی یہی ہے کہ اس نے قرآن پاک کی تعلیمات اور مذہب سے دلچسپی ترک کر دی ہے۔

شبلی نعمانی

خواتین عرب کا استقلال

ایک ماں کا استقلال

مسند آرائے خلافت جو ہوئے ابن زبیرؓ — سب نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے یکبار
ابن مروان نے حجاج کو بھیجا پئے جنگ — جس کی تقدیر میں مرغان حرم کا تھا شکار
حرم کعبہ میں محصور ہوئے ابن زبیرؓ — فوج بے دین نے کیا کعبۂ ملت کا حصار
دامن عرش ہوا جاتا تھا آلودۂ گرد — بارش سنگ سے اٹھتا تھا جو رہ رہ کے غبار
تھا جو سامان رسد چار طرف سے مسدود — ہر گلی کوچہ بنا جاتا تھا اک گنج مزار
جب یہ دیکھا کہ کوئی ناصر و یاور نہ رہا — ماں کی خدمت میں گئے ابن زبیر آخر کار
جا کے کی عرض کہ اے اخت حریم نبوی! — نظر آتے نہیں اب حرمت دیں کے آثار
آپ فرمایئے اب آپ کا ارشاد ہے کیا؟ — کہ میں ہوں آپ کا اک بندۂ فرماں بردار
صلح کر لوں یا چلا جاؤں حرم سے باہر؟ — یا یہیں رہ کے اسی خاک پہ ہو جاؤں نثار؟
بولی وہ پردہ نشین حرم سر عفاف — "حق پہ گر تو ہے تو پھر صلح ہے مستوجب عار
یہ زمیں ہے وہی قربان گہ اسماعیلؑ — فدیۂ نفس ہے خود دین خلیلی کا شعار"
ماں سے رخصت ہوئے یہ کہہ کے بہ آداب نیاز — آپ کے دودھ سے شرمندہ نہ ہوں گا زنہار
پہلے ہی حملے میں دشمن کی پلٹ دیں فوجیں — جس طرف جاتے تھے یہ ٹوٹتی جاتی تھی قطار
منجنیقوں سے برستے تھے جو پتھر پیہم — ایک پتھر نے کیا آ کے سر و رخ کو فگار
خون ٹپکا جو قدم پر تو کہا از رہ فخر — "یہ ادا وہ ہے کہ ہم ہاشمیوں کا ہے شعار
اس گھرانے نے کبھی پشت پہ کھایا نہیں زخم — خون ٹپکے گا تو ٹپکے گا قدم پر ہر بار"
زخم کھا کھا کے لڑے جاتے تھے مگر کب تک — آخر الامر گرے خاک پہ مجروح و نزار
لاش منگوا کے جو حجاج نے دیکھی تو کہا — اس کو سولی پہ چڑھا دو کہ یہ تھا قابل دار
لاش لٹکی رہی سولی پہ کئی دن لیکن — ان کی ماں نے نہ کیا رنج و الم کا اظہار
اتفاقات سے اک دن جو ادھر جا نکلیں — دیکھ کر لاش کو بے ساختہ بولیں یکبار

"ہو چکی دیر کہ منبر پہ کھڑا ہے یہ خطیب
اپنے مرکب سے اترتا نہیں اب بھی یہ سوار"

سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات
کی
تفسیر اور فضائل

ابو عبدالرحمٰن (لودھیانوی) شیخوپورہ

اس سورۃ میں اصول و فروع، عبادات و معاملات جانی و مالی ہر قسم کے احکام بہت کثرت سے مذکور فرمائے۔ اور شاید اس سورت کو "سنام القرآن" فرمانے کی یہی وجہ ہو۔ اس لئے مناسب ہے کہ بندوں کو پوری تاکید و تہدید بھی ہر طرح سے فرما دی جائے۔ تاکہ مذکورہ احکام کی تکمیل میں کوتاہی سے پرہیز کریں۔ سو اسی غرض کے لئے سورۃ کے آخر میں احکام کو بیان فرما کر اس آیت کو بطور تہدید و تنبیہ ارشاد فرمایا کہ تمام پہلے مذکورہ احکام کی پابندی پر سب کو مجبور کر دیا اور طلاق و نکاح، قصاص، زکوٰۃ، بیع اور سود وغیرہ میں جو اکثر صاحبان حیلوں اور اپنی ایجاد کردہ تدبیروں سے کام لیتے ہیں اور ناجائز امور کو جائز بنانے میں خود رائی اور سینہ زوری سے کام لیتے ہیں ان کو بھی اس میں پوری تنبیہ ہو گئی۔

لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ ؕ الخ۔

ترجمہ:۔ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اگر تم اپنے جی کی بات ظاہر کرو گے یا چھپاؤ گے اُس کا اللہ تم سے حساب لے گا۔ پھر جس کو چاہے گا بخشے گا۔ اور جس کو چاہیگا عذاب کرے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

دیکھئے جس کو ہم پر عبادت کا حق حاصل ہوگا۔ اُس کا مالک ہونا چاہئے اور جو ہماری ظاہری و مخفی تمام اشیاء کا محاسبہ کر سکے اس کو تمام امور کا علم ہونا ضروری ہے اور جو ہماری تمام چیزوں کا حساب لے سکے اور ہر ایک کے مقابلہ میں جزا و سزا دے سکے اس کو تمام چیزوں پر قدرت ہونی ضروری ہے۔ سو انہیں تین کمالات ملک، علم اور قدرت کو یہاں بیان فرمایا اور انہی کا آیۃ الکرسی میں ارشاد ہو چکا ہے۔

مطلب یہی ہے کہ ذات پاک سبحانہٗ و تعالےٰ تمام چیزوں کی مالک اور خالق ہے اُس کا علم سب کو محیط ہے اس کی قدرت سب پر شامل ہے تو پھر اس کی نافرمانی کسی امر ظاہری یا مخفی کر کے بندہ کیونکر نجات پا سکتا ہے؟

شانِ نزول

اس آیت سے جب یہ معلوم ہوا کہ دل کے خیالات پر بھی حساب اور گرفت ہے۔ تو اس پر حضرات صحابہ گھبرائے اور ڈرے اور ان کو اتنا صدمہ ہوا کہ کسی آیت پر نہ ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا قُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا عرض کر دو کہ آپ کے ارشاد کی تعمیل کر دی تو کے ساتھ بے ساختہ یہ کلمات آپ کی زبان پر جاری ہو گئے

پہلی آیت

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ۝

(پ ۳ - ع ۸)

ترجمہ:۔ رسولؐ نے مان لیا جو کچھ اُس پر اُس کے رب کی طرف سے اُترا اور مسلمانوں نے بھی مان لیا۔ سب اللہ پر اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے اور کہتے ہیں کہ ہم اُس کے کسی رسول کو اُس کے پیغمبروں سے جدا نہیں کرتے اور کہہ اُٹھے کہ ہم نے سُنا اور قبول کیا۔ ہم تیری بخشش چاہتے ہیں۔ اے ہمارے رب! اور ہم نے تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہم ایمان لائے اور اللہ کے حکم کی تعمیل کی۔ یعنی اپنی دِقّت اور خلجان سب کو چھوڑا۔ ارشاد کی تعمیل میں مستعدی اور آمادگی ظاہر کی۔ حق تعالےٰ کو یہ بات پسند ہوئی تب یہ دونوں آیتیں اُتریں۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد صحابہ (کہ جنکو اشکال مذکور پیش آیا تھا) کے ایمان کی حق سبحانہ و تعالےٰ نے تفصیل کے ساتھ مدح فرمائی۔ جس سے اُن کے دلوں میں اطمینان زیادہ ہوا اور خلجان دُور ہوا۔

دوسری آیت

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا ؕ لَہَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْہَا مَا اکْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ٝ وَاغْفِرْ لَنَا ٝ وَارْحَمْنَا ٝ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۝

(پ ۳ - ع ۸)

ترجمہ:۔ اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اُس کی گنجائش کے مطابق۔ اُسی کو ملتا ہے جو اُس نے کمایا اور اُسی پر پڑتا ہے جو اُس نے کیا۔ اے ہمارے رب! ہم کو نہ پکڑ۔ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔ اے ہمارے رب! ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا کہ تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا تھا اے رب! ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوا کہ جس کی ہم کو طاقت نہیں اور ہم سے درگذر کر، اور ہم کو بخش، اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا رب ہے۔ کافروں پر ہماری مدد کر۔

اس آیت میں فرما دیا کہ مقدور سے باہر کسی کو تکلیف نہیں دی جاتی۔ اب اگر کوئی دل میں گناہ کا خیال اور خطرہ پلائے اور اس پر عمل نہ کرے تو کچھ گناہ نہیں اور بھول چوک بھی معاف ہے۔

غرض صاف فرما دیا کہ جن باتوں سے بچنا طاقت سے باہر ہے جیسے بُرے کام کا خیال و خطرہ یا بھول چوک اُن پر مواخذہ نہیں ہاں جو باتیں بندہ کے ارادے اور اختیار میں ہیں اُن پر مواخذہ ہوگا۔

اب پہلی آیت کو سن کر جو صدمہ ہوا تھا اس کے معنی بھی اسی پچھلے قاعدے کے مطابق لینے چاہئیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مذکورہ خلجان کا ایسا قلع قمع ہو گیا کہ سبحان اللہ!

یہود و نصاریٰ کی طرح کسی پیغمبر کو دوسرے پیغمبروں سے جدا نہیں کرتے کہ کسی پیغمبر کو مانا اور کسی کو نہ مانا۔

پہلی آیت پر حضرات صحابہ کو بڑی پریشانی ہوئی تھی اُن کی تسلی کے لئے دو مذکورہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اب اس کے بعد ربنا لا تؤاخذنا آخر سورۃ تک نازل فرما کر ایسا اطمینان دیا گیا کہ کسی صعوبت اور دشواری کا اندیشہ بھی باقی نہ چھوڑا۔ کیونکہ جن دعاؤں کا ہمیں حکم ہوا ہے اُن کا مقصود یہ ہے کہ بے شک ہر طرح کا حق حکومت اور استحقاق عبادت تجھ کو ہم پر ثابت ہے۔ مگر اے ہمارے رب! اپنے رحم و کرم سے ہمارے لئے ایسے حکم بھیجے جائیں جن کے بجا لانے میں ہم پر سختی اور بھاری مشقت نہ ہو۔ نہ بھول چوک میں ہم پکڑے جائیں نہ مثل پہلی امتوں کے ہم پر شدید حکم اتارے جائیں نہ ہماری طاقت سے باہر کوئی حکم ہم پر مقرر ہو۔ اس آسانی پر بھی ہم سے جو قصور ہو جائے اُس سے درگذر اور معافی و رحم فرمایا جائے۔ حدیث میں ہے کہ سب دعائیں مقبول ہوئیں اور جب اس دشواری کے بعد جو حضرات صحابہ کو پیش آچکی تھی اللہ کی رحمت سے اُنہیں ایک دشواری سے امن مل گیا تو اب اتنا اور بھی ہونا چاہئے کہ کفار پر ہم کو غلبہ عنایت ہو۔ ورنہ ان کی طرف سے مختلف فتنیں دینی اور دنیوی ہر طرح کی مزاحمتیں پیش آکر جس سختی سے اللہ اللہ کر کے اللہ کے فضل سے جان بچی تھی کفار کے غلبہ کی حالت میں پھر وہی کھٹکا بے اطمینانی کا سبب ہوگا۔ (شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ)

فضائل

۱۔ صحیح بخاری میں ہے جو شخص ان دونوں آیتوں کو رات کو پڑھ لے اُسے یہ دونوں کافی ہیں۔

۲۔ مسند احمد میں ہے میں سورۂ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں عرش تلے کے خزانہ سے دیا گیا ہوں۔ مجھ سے پہلے یہ کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔

۳۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی اور آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو ساتویں آسمان میں ہے جو چیز آسمان کی طرف چڑھتی ہے وہ یہیں تک پہنچتی ہے اور یہاں سے لے لی جاتی ہے اور جو چیز اوپر سے اترتی ہے وہ بھی یہیں تک پہنچتی ہے پھر یہاں سے لے لی جاتی ہے۔ اسے سونے کی ٹڈیاں ڈھکے ہوئے تھیں۔ وہاں حضورؐ کو تین چیزیں دی گئیں پانچوں وقت کی نمازیں، سورۂ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں اور توحید والوں کے تمام گناہوں کی بخشش۔

۴۔ مسند میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سورۂ بقرہ کی ان دونوں آخری آیتوں کو پڑھتے رہا کرو یہ مجھے عرش کے نیچے کے خزانوں سے دی گئی ہیں۔

۵۔ ابن مردویہ میں ہے کہ ہمیں لوگوں پر تین فضیلتیں دی گئی ہیں اس میں سورۂ بقرہ کی یہ آخری آیتیں عرش تلے کے خزانہ سے مجھ کو دی گئی ہیں جو نہ مجھ سے پہلے کسی کو دی گئیں اور نہ مجھ سے بعد کسی کو دی جائیں گی۔

۶۔ ابن مردویہ میں ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ اسلام کے جاننے والوں میں سے کوئی شخص آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھے بغیر سو جائے۔ یہ وہ خزانہ ہے جو تمہارے نبیؐ کو عرش تلے کے خزانہ سے دئے گئے ہیں۔

۷۔ اور حدیث ترمذی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی جس میں سے دو آیتیں اتار کر سورۂ بقرہ ختم کی۔ جس گھر میں یہ آیتیں تین راتوں تک پڑھی جائیں اُس گھر کے قریب بھی شیطان نہیں جا سکتا۔

۸۔ ابن مردویہ میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورہ بقرہ کا خاتمہ اور آیۃ الکرسی پڑھتے تو ہنس دیتے اور فرماتے یہ دونوں رحمٰن کے عرش تلے کا خزانہ ہیں۔

۹۔ ابن مردویہ میں ہے کہ مجھے سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کے آخر کی آیتیں عرش کے نیچے سے دی گئی ہیں۔ اور مفصل کی سورتیں اور زیادہ ہیں۔

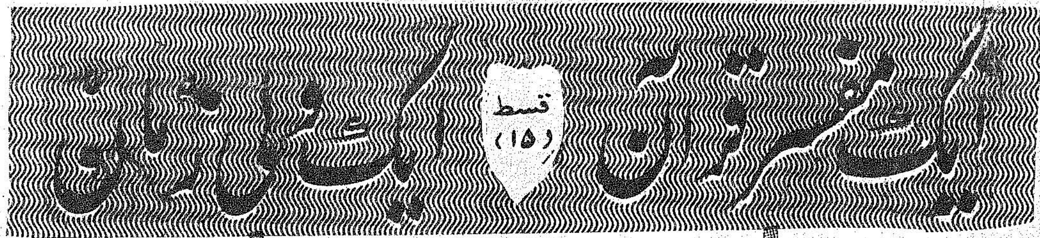
۱۰۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے حضرت جبرئیلؑ بھی تھے۔ کہ اچانک ایک دہشتناک بہت بڑے دھماکے کی آواز آسمان سے آئی حضرت جبرئیلؑ نے اوپر کو آنکھیں اٹھائیں اور فرمایا۔ آسمان کا یہ وہ دروازہ کھلا ہے جو آج تک کبھی نہ کھلا تھا۔ اس سے ایک فرشتہ اترا۔ اس نے آنحضرتؐ سے کہا۔ آپ خوش ہو جائیے آپؐ کو وہ دو نور دئے جاتے ہیں جو آپؐ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دئے گئے "سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں"۔ ان میں سے ایک ایک حرف پر آپ کو نور دیا جائے گا۔ (مسلم)

پس یہ دس حدیثیں ان مبارک آیتوں کی فضیلت میں ہیں۔

خلاصہ ہر دو مذکورہ آیات کا یہ ہے

رسول یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُس پر ایمان لائے جو اُن کی طرف اُن کے رب کی جانب سے نازل ہوا۔ اُسے سُن کر آپؐ نے فرمایا کہ وہ ایمان لانے کا پورا مستحق تھا اور دوسرے ایماندار بھی ایمان لائے۔ اُن سب نے مان لیا کہ اللہ اکیلا ہے۔ وہ وحدانیت والا ہے، وہ تنہا ہے۔ وہ بے نیاز ہے اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ نہ اس کے سوا کوئی پروردگار ہے۔ یہ تمام انبیاء کو مانتے ہیں تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ آسمانی کتابوں کو سچی جانتے ہیں جو انبیاء کرام پر اُتری تھیں۔ وہ نبیوں میں جدائی نہیں کرتے کہ ایک کو مانیں اور دوسرے کو نہ مانیں بلکہ سب کو سچا جانتے ہیں۔ اور ایمان رکھتے ہیں کہ وہ پاکباز طبقہ رشد و ہدایت والا اور لوگوں کو خیر کی طرف رہبری کرنے والا ہے۔ گو بعض بعض احکام ہر نبی کے زمانہ میں ادل بدل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ حضورؐ کی شریعت سب کی ناسخ ٹھہری۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والمرسلین تھے۔ قیامت تک آپ کی شریعت باقی رہے گی اور ایک جماعت اس کی اتباع بھی کرتی رہے گی۔ انہوں نے اقرار بھی کیا کہ ہم نے کلام اللہ سنا اور احکام خداوندی ہمیں تسلیم ہیں۔ انہوں نے کہا خدایا! ہمیں مغفرت، رحمت اور لطف عنایت فرما۔ تیری ہی طرف ہم نے لوٹنا ہے۔ (یعنی حساب والے دن)

حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا۔ اے اللہ کے رسولؐ! آپ کی اور آپ کی تابعدار امت کی یہاں ثناء و صفت بیان ہو رہی ہے۔ آپ اس موقعہ پر دعا کیجئے قبول کی جائیگی مانگئے کہ خدا طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے پھر فرمایا کسی کو اُس کی طاقت سے



گذشتہ اشاعت میں ہم نے حضرت مولانا کی ملکی اور ملّی خدماتِ جلیلہ کا فنی تجزیہ کرنے کے لیے قلم اٹھایا تھا لیکن افسوس سارا زورِ قلم تمہید کی نذر ہو کر رہ گیا۔ لیکن کیا کریں موضوعِ سخن کی گہرائی اور گیرائی وسعتِ بیابان کی طلبگار ہے۔ پچھلی قسط میں ہم نے اشارۃً اور کنایتہً یہ بات کہہ دی تھی کہ حضرت مولانا نتائج و عواقب سے بے نیاز ہو کر حق و صداقت کا اظہار و ابلاغ کرنے کے عادی تھے۔ آپ کی حق گوئی محلات کی بلندیوں سے مرعوب نہ ہو سکی اور نہ ہی خسروانہ شان و شوکت اور امیرانہ جلالت و سطوت آپ سے صاف گوئی کی نعمتِ غیر مترقبہ چھین سکے۔ حضرتؒ برابر اظہارِ حق فرماتے رہے۔ کسی کے ماتھے کا بل اور کسی قانون کی سختی آپ کو جادۂ حق سے منحرف نہ کر سکی۔ بلکہ آپ آزاد فضاؤں اور جیل کے سرد خانوں میں بھی یہی اور صرف یہی نعرۂ حق بلند کرتے رہے ؂

کسے نہیں ہے تمنائے سروری لیکن
خودی کی موت ہو جس میں وہ سروری کیا ہے
اسی خطا سے عتابِ ملوک ہے مجھ پر
کہ جانتا ہوں مآلِ سکندری کیا ہے؟

عہدِ شباب سختیوں کو اپنی بے نیازی کی چکی میں پیس دیتا ہے۔ جوانی آلام و مصائب کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیتی ہے۔ لیکن بڑھاپے کا زمانہ شیروں کو بھی روباہ کا مزاج عطا کرتا ہے۔ کمر میں خم آ جاتا ہے۔ حافظہ روٹھ جاتا ہے۔ فہم و ادراک اور عقل و شعور ایک قصۂ پارینہ بن کر رہ جاتے ہیں۔ اعضاء کا تناسب ٹوٹ جاتا ہے۔ الفاظ کا طلسم مفقود ہو جاتا ہے۔ غرض پوری کی پوری شخصیت ایک داستانِ عبرت بن کر رہ جاتی ہے۔ لیکن حضرت مولانا کا بڑھاپا جوانی سے چشمک زنی کرتا ہے۔ یہاں بڑھاپا شہ زور جوانوں سے زیادہ پُر جوش اور ولولہ انگیز ہے۔ تلوار کی تیز دھار اور نوکِ سناں اس بڑھاپے کو خوفزدہ نہ کر سکے۔ طوقِ سلاسل اور زنجیروں کی جھنکار اس بوڑھے کے آہنی عزم کو شکست نہ دے سکے۔ جیل کی تنگ دامانی اور ماحول کی کافر سامانی اس بوڑھے مجاہد کے جذبۂ صدق و صفا کو زخمی نہ کر سکے۔ گویا حضرت اور ایک

مجاہد کا ذوقِ شہادت لائے تھے۔ آپ ہمیشہ فرماتے، کاش! کفر کے مقابلہ میں ٹھن جانے کا موقع ہاتھ آئے۔ احمد علی کے سینے میں گولی لگے اور خونِ شہادت کے چند قطروں سے حق و صداقت کی سرزمین لالہ زار بنے۔ حضرت یہ حسرت دل ہی دل میں لے کر گئے۔ اس حسرت کی بلندی کس قدر دیدہ زیب ہوتی ہے جب کہ ذہن اس حقیقت کی طرف منتقل ہو کر واضح رہنمائی کرتا ہے کہ یہ حسرت تو پیغمبرِ اسلام کی حسرت تھی۔ یعنی رسول ہاشمیؐ بسا اوقات فرماتے تھے: کاش! اللہ کا رسول اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے، اسے پھر زندہ کیا جائے، پھر شہید ہو جائے۔ غرض شہادت کا یہ سلسلہ برابر جاری رہے۔ بہ سبیلِ تذکرہ جہاد کی بات چل نکلی ہے تو مناسب ہے کہ ذرا اس پر اجمالی تبصرہ ہو جائے۔ اس تبصرہ کی ضرورت اس لیے محسوس کی گئی کہ آج لفظِ جہاد ایک بے معنی لفظ بن کر رہ گیا ہے۔ صحابۂ کرام کے سنہری دور میں یہ لفظ جہاد اپنے دامن میں ہیرے کی چمک، قوسِ قزح کی نرماہٹ اور اس کا گداز رکھتا تھا۔ ایک خوبرو مجاہدِ اسلام اپنی نئی نویلی دلہن کو بیاہ کر لاتا ہے۔ بیوی چندے آفتاب چندے ماہتاب ہے، اور ظاہر ہے کہ بیوی سے محبت کا ہونا ایک فطری امر ہے لیکن اُدھر سے جہاد کا بگل سُنائی دیتا ہے۔ یہ حسین مجاہد اپنی حسینہ کی کافر اداؤں کو الوداع کہہ کر میدانِ کارزار کی طرف اسطرح مجنونانہ وار بڑھتا ہے۔ گویا دنیا و جہان کا حسن سمٹ کر اس میدانِ جہاد میں آ کر براجمان ہو گیا ہے۔ جس کی پرستش کو اس مجاہد کا عشق والہانہ انداز میں سرنگوں ہو کر چلا آ رہا ہے۔ یہ واقعہ ہے جسے تاریخ اور حدیثِ نبوی نے انتہائی حزم و احتیاط سے اپنے سینے میں ضبط کر رکھا ہے۔ لیکن اس قسم کے واقعات کا ذکر ایسی قوم کے روبرو پیش کرنا یقیناً نا انصافی اور ظلم و عدوان ہے کہ جس قوم کے بوڑھے لکھنؤ مرحوم کے نوابوں کی طرح بٹیر بازی کا شغل فرما رہے ہیں۔ اور نوجوان ہیں کہ بے فکروں کی طرح آوارہ قہقہوں کے ہجوم میں بادیہ پیمائی کرتے نظر آتے ہیں۔ حوّا کی بیٹیاں اور م

کی چھینٹیاں ایک شانِ دلربائی کے ہمراہ بڑی ڈھٹائی کے ساتھ شاہراہوں کا کلیجہ روندتی پھرتی ہیں ؂

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

ہجومِ خیالات سے میرا قلم موضوع سے کسی قدر دُور چلا گیا ہے۔ نفسِ مضمون کی اصل غائت یہ ہے کہ حضرت مولانا فطرت سے ایک حق گو کا دماغ لائے تھے۔ ایک حق بین اور ایک حق اندیش کا قلب و جگر لائے تھے۔ اُن کے پاس کسی مسجد کے مُلا کا دل و دماغ نہ تھا۔ بلکہ صحابئ رسولؐ کا وہ جنون لائے تھے جو ناموسِ رسالت کے تحفظ میں کٹ مرنا عین بقا سمجھتا ہے۔ مختلف واقعات و حقائق اور مشاہدات و تجربات اس حقیقت کی غمازی کرتے ہیں کہ حضرت کو رسولِ گرامیؐ کی ذاتِ بابرکات سے ایک خاص کھچاؤ، ایک خاص لگاؤ اور ایک خاص اٹکاؤ تھا۔ آپ رسولِ کریمؐ کے لیے بے پناہ طوفانِ محبت اپنے پہلو میں لیے ہوئے تھے۔ اگر سچ پوچھیں تو ایک مومن، کامل مومن اس طوفانِ محبت سے آشنا ہوئے بغیر ہو نہیں سکتا۔ یہ محض شاعرانہ مبالغہ آرائی اور جذباتی تُک بندی نہیں بلکہ ترجمہ ہے اُس حدیثِ رسولؐ کا جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ تم میں سے کوئی بھی اُس وقت کامل مومن ہو نہیں سکتا، جب تک کہ تمہارے دل میں اپنے ماں باپ، بہن بھائی، عزیز و اقارب غرض دنیا کی ہر شے سے زیادہ محبت رسولِ خدا کی نہ ہو۔ عشق و محبت کی اس واردات میں وہ عورت کس قدر کامیاب ہے۔ جسے یہ خبر دی گئی کہ میدانِ جہاد میں اُس کا خوبرو جوان بھائی مارا گیا ہے۔ بلکہ مخبر نے بھرّائی ہوئی آواز میں یہ بھی کہا کہ عورت کا خاوند بھی میدانِ کارزار میں کام آ گیا ہے۔ یعنی اُس کے سر کو اب بیوگی کی چادر نے ڈھانپ دیا ہے۔ تاریخ کی وساطت سے ہم جانتے ہیں کہ مذکورہ عورت اپنے بھائی اور خاوند کی موت کی خبر پا کر ذرہ برابر بھی متردّد نہ ہوئی۔ بلکہ اس کا جنون برابر فضاؤں اور خلاؤں کو گھورتا رہا۔ اس کی زبان پر ایک اور صرف ایک سوال تھا کہ میرے خاوند اور میرے بھائی کی موت کی خبر لانے والو! اتنا تو بتاؤ کہ محبوبِ خدا کس حال میں ہیں؟ کیونکہ کائنات کی ساری زندگیاں صرف اسی ایک رسولِ خدا کی ذاتِ گرامی پر تصدق و نثار کی جا سکتی ہیں۔ یقیناً یہ فلسفۂ محبت عام فہم و شعور کی حدود میں مقید نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک سچا عاشقِ رسول اس فلسفۂ محبت کی ایک

ایک لفظ اور ایک ایک شوشہ سے پوری طرح باخبر ہے۔ حضرت مولانا ظفر علی خاں کی لحد پر آسمان کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آپ کیا خوب فرماتے ہیں ؎

نہ کٹ مروں جب تک میں خواجۂ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کہ کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

ہمارے ہاں عاشقانِ رسول کی کمی نہیں۔ یہ عاشق لوگ جلسے منعقد کرتے ہیں، جلوسوں کی قیادت کرتے ہیں، رقص فرماتے ہیں بھنگڑا ناچ اور چمٹا بجانا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ رسولِ خدا کے نام پر چندہ جمع کرتے ہیں، کھانا پکاتے ہیں، غریبوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ہوا کیا اگر کھانے کی دو تین دیگیں گھر پہنچانے کا اہتمام بھی کر پاتے ہیں۔ آخر چندہ جمع کرنے کا سہرا بھی تو انہیں عاشقانِ رسول کے سر ہے۔ جو شبانہ روز محنتِ شاقہ سے روپیہ فراہم کرتے ہیں۔ خواہ مخواہ کی نکتہ چینی یار لوگوں کی ایک عادت ہو گئی ہے۔ آخر آپ کو کیا اعتراض ہے کہ اگر یہ عاشقانِ رسول جمع شدہ چندہ میں سے تھوڑا سا روپیہ شراب نوشی پر خرچ کر دیں۔ آپ خشک مزاج ہیں، دیوبندی ہیں، وہابی ہیں، اسرار کی حقیقت کو پانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ آپ کیا جانیں وجد و تواجد کیا ہے، بھنگڑا کیا ہے، ناچ اور چمٹا کیا ہے۔ یہ فیضانِ فیض ہے شراب نوشی کا، حرام خوری کا اور حرام کاری کا۔ لیکن آپ لوگوں کی کوتاہ فہمی فطرت کے سربستہ رازوں کو کیا جانے؟ جو رازہائے فطرت بھنگ اور شراب کے نشہ میں منکشف ہوتے ہیں، وہ بھلا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد کے مقدر میں کہاں؟ یہ ہے جھوٹے مجنوؤں کا ایک خطرناک گروہ جن کی خطرناک سازشوں نے وقارِ رسالت کا دامن تار تار کر دیا۔ آیئے آپ کو اب سچے عاشقانِ رسول سے متعارف کرائیں۔ آج سے تقریباً ۲۳ سال پہلے اسی لاہور میں ایک عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا۔ انجینئرنگ کالج کے انگریز پرنسپل نے محبوبِ خدا کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کے جملے کہہ ڈالے۔ انگریز کا عہدِ حکومت تھا۔ شاہی جلال سے فضا لرز رہی تھی۔ ماحول کانپ رہا تھا اور وقت کے جھوٹے مجنوں مُہر بہ لب تھے۔ کالج کے طلباء میں ایک اضطراب مسلسل تھا۔ لیکن مجبور تھے، کوئی پشت پناہ نہ تھا۔ مضطرب اور پریشان تھے۔ انہوں نے انگریز پرنسپل کے توہین آمیز رویّہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ ہڑتال کی۔ لیکن ان کی تمام کوششیں صدا بصحرا ثابت ہوئیں۔ رسولؐ کا وقار خطرہ میں تھا کہ اتنے میں شیر اللہ دروازہ سے اللہ کا شیر اُٹھا۔ بادل کی گرج اور بجلی کی چمک کے ساتھ اللہ کا یہ شیر میدانِ عمل کی طرف لپکا۔ تھپکی دینے والا اقبال تھا۔ پھر کیا تھا ہر طرف سے ایک شورِ قیامت اٹھا۔ نتیجتاً حکومت کے ناعاقبت اندیشوں کو اس عاشقِ رسول کے عزمِ راسخ کے سامنے جھکنا پڑا۔

حضرت مولانا نے وقت کے ہر فتنے کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ غلام احمد پرویز کے فتنۂ انکارِ حدیث کا بُتِ اکبر بھی آپ ہی کے ہاتھوں پاش پاش ہوا۔ چنانچہ آپ نے ۲۹ جنوری ۱۹۶۲ء کو (وصال سے صرف ۲۵ دن پہلے) دیال سنگھ کالج لاہور کے ایک عظیم الشان جلسے کی صدارت کی اور صدارتی خطبے میں ارشاد فرمایا:

"یہاں بہت سی تقریریں ہوئی ہیں لیکن کسی مقرر نے وہ بات نہیں کی جو میں کہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ منکرِ حدیث منکرِ قرآن ہے اور منکرِ قرآن خارج از اسلام یعنی بے ایمان ہے۔"

تحریکِ ختمِ نبوت میں بھی آپ پیش پیش تھے۔ حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کے دستِ راست تھے۔ جب بھی ختمِ نبوت کا مسئلہ درپیش ہوا آپ کی آنکھوں میں ایک خاص چمک پیدا ہو جاتی۔ چنانچہ تحریکِ ختمِ نبوت کے زمانہ میں باوجود پیرانہ سالی کے آپ نے وہ ولولہ انگیز تقاریر کیں کہ لاہور کی فضائیں اب بھی شاہد و گواہ ہیں کہ اس مردِ درویش کی آواز نے وقت سے پہلے ہی قیامت بپا کر دی۔ پیر و جواں زندگیاں ہاتھ میں لے کر ختمِ نبوت کے بازار میں آ گئے۔ اور کچھ تو ایسے جانباز نکلے کہ وہ اپنی متاعِ عزیز یعنی زندگی، تحریکِ ختمِ نبوت کے حوالے کر کے ہی مطمئن ہوئے۔ انہیں ایام میں حضرت مولانا کو پابندِ سلاسل کیا گیا۔ آپ کو زہر بھی دیا گیا۔ لیکن یہ زہر بھی آبِ حیات کا حکم رکھتا تھا۔ کیونکہ یہ زہر بھی آپ سے زندگی کی رعنائی اور حق کی توانائی چھین نہ سکا۔

بقیہ:-

اولیائے کرام کی سیرت

اور آگ ہرگز اس کے منہ کو نہ جلا سکے گی۔ اور فرمایا، عشق ایک ایسی آگ ہے کہ عاشقوں کے دل اور سینے کے اندر جب غلبہ پکڑتی ہے تو حق تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور اس راکھ کو بھی باہر نکال پھینکتی ہے۔

ضروری اعلان

وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان

مجلس شوریٰ کا اجلاس

بحکم صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان، حضرت العلامہ مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ تمام ملحقہ مدارس کو اطلاع دی جاتی ہے کہ بتاریخ ۲۹، ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ مطابق ۶، ۷ اکتوبر ۱۹۶۲ء بروز منگل، بدھ مجلس شوریٰ وفاق المدارس کا سالانہ اجلاس بمقام مدرسہ خیر المدارس بیرون دہلی گیٹ ملتان منعقد ہوگا لہٰذا تمام اراکین مدارس تشریف لا کر شریکِ اجلاس ہوں۔

نوٹ:۔ اجلاس کی پہلی نشست ۸ بجے صبح شروع ہوگی۔

ایجنڈا بنام اراکین مدارس ملحقہ جاری کر دیا گیا ہے

(مولانا مفتی) محمود عفی عنہ

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان

بقیہ تواضع کی تعلیم صہ ۴ سے آگے

رفتار اور نشست و برخاست سب میں ہونا چاہئیے اور تکبر و غرور سے دور رہنا چاہیئے۔ سورۃ النحل میں فرماتے ہیں۔

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ ۝

ترجمہ۔ ضروری بات ہے کہ حق تعالیٰ اُن سب کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ یقینی امر ہے۔ کہ وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

قرآن و حدیث میں سب سے زیادہ اہمیت اخلاق کو دی گئی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تین مرتبہ سوال کیا گیا۔ کہ یا رسول اسلام کیا چیز ہے۔ تو آپ نے تینوں مرتبہ فرمایا۔ اخلاق

اس لئے محترم حضرات! آج ضرورت ہے اس بات کی اگر ہم اپنے اخلاق کو درست کریں۔ اپنی خوبیوں اور نیکیوں کو بڑھانے کی فکر کریں۔ اور کمزوریوں کو دور کرکے اپنی نجات کے لئے سوچیں اور کوشش کریں۔ لیکن حال یہ ہے۔ کہ ہم کو اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ اپنی کمزوریوں اور برائیوں کا بالکل علم نہیں۔ اور صحابہ کرامؓ۔ بزرگان دین پر اعتراض و تنقید کرتے ہیں۔ یہ علمی غرور ہے۔ جو کہ مہلک روحانی مرض ہے۔ اللہ والوں کا تو یہ حال ہے کہ وہ اپنے آپ کو کتے سے بھی بدتر سمجھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ کتا اپنے مالک کا پورا فرمانبردار ہے۔ اس کا ہر حکم بجا لاتا ہے۔ لیکن ہم مالک حقیقی اور اُس محسن ذات کی ہزاروں نعمتیں کھانے کے باوجود پورے فرمانبردار نہیں ہیں۔ اللہ والوں کا یہ حال۔ اور ہمارا یہ حال کہ ہر بُرائی اور گناہ ہم میں موجود۔ اور اس کے باوجود اللہ والوں پر اعتراضات اپنی کمزوریوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہم کو چاہیے۔ کہ ہم اپنی کمزوریوں کو دور کریں۔ اور نیکی کے کاموں میں بڑھیں۔ نیک کاموں میں ایک دوسرے سے مقابلہ کریں۔ نہ کہ دولت و مال اور دنیوی سامان میں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

نقد و نظر

مشتاق حسین بخاری

نام کتاب۔ تلقین مرشد کامل۔ (ترجمہ حدائق الاخیار)
تصنیف۔ حضرت محمد صادق فرغانی رحمۃ اللہ علیہ
ناشرین۔ شیخ محمد بشیر اینڈ سنز اردو بازار لاہور
صفحات۔ ۳۵۲۔ قیمت ۳ روپیہ ۸ آنہ

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دیدہ ور لاکھوں میں کوئی ہوتا ہے جیسا کہ وہ خود تھے۔ رہنمائی کا اُسے حق حاصل ہے جو خود جادہ مستقیم پر گامزن ہو اور رہنمائی کی پوری اہلیت رکھتا ہو گم کردہ راہ کسی کو کیا روشنی دکھائے گا۔ جب وہ خود نور بصیرت سے محروم ہو۔ کتاب ہذا میں مرشد و سالک کے فرائض اہل اللہ کے عینی واقعات و مشاہدات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ پیرایہ کی دلنشینی حسب بیان واقعہ کے بعد مکمل ہوجاتی ہے۔

اگرچہ یہ کتاب سالکین راہ طریقت کے لئے مخصوص ہے۔ جو درحقیقت کامل اتباع شریعت کے بعد ہی راہ سلوک پر گامزن ہوتے ہیں۔ تاہم جملہ فقہی مسائل اُن کی رہنمائی کے لئے درج ہیں۔ پند و نصائح کے وہ جواہر پارے بندھیں جو فی الحقیقت آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں یہاں اپنے مخدوم حضرت شیخ التفسیر والطریقت کا وہ قول یاد آجاتا ہے۔ جو اکثر آپ کی زبان حق بیان سے جاری ہوا۔ یعنی اللہ والوں کے جوتوں کی خاک سے وہ موتی ملتے ہیں۔ جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے" چند اقوال زریں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ اگر آپ نے خدا کے لئے علم (علم دینی) پڑھا ہے تو خلقت سے کسی بات کا طمع نہ رکھیں اور اگر خلقت کے لئے پڑھا ہے۔ تو خدا سے کسی بات کی امید نہ رکھیں۔

(اس آئینے میں ذرا ہم جھانکیں اور اپنا مقام دیکھ لیں!)

۲۔ ایک اللہ والے کے گھر میں چور آیا تو وہ خوابیدہ تھا۔ لیکن چور بار بار کوشش کے باوجود ارادہ میں کامیاب نہ ہوسکا۔ ہاتف غیبی نے آواز دی اے چور! اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈال۔ اگر ایک دوست سویا ہوا ہے۔ تو دوسرا دوست تو جاگتا ہے۔

(یہ ہے اللہ والوں کی اللہ سے دوستی)

۳۔ ایک عابد کو مٹی کو ڈھیر دیکھ کر خیال آیا کہ کاش یہ آٹا ہوتا۔ اور میں مساکین میں تقسیم کردیتا بارگاہ الٰہی سے پیغمبر وقت کو حکم ہوا کہ اُس عابد کو کہہ دیویں کہ سخاوت کا ثواب اُس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا گیا۔

(یہ ہے خلوص نیت!)

جو قرب بارگاہ الٰہی کے متمنی ہیں۔ وہ اللہ والوں کے پاس بیٹھیں اور اُن کے اقوال پڑھیں کتاب بے حد نفع بخش ہے۔ افسوس ہے کہ طباعت معمولی ہے۔ اور قیمت زیادہ ہے ایسی کتب کو کم قیمت پر عام کرنا چاہیئے۔

بقیہ۔ سورہ بقرہ کی آخری دو آیات کی تفسیر اور فضائل

زیادہ اللہ تکلیف نہیں دیتا۔ یہ اُس کا لطف و کرم اور احسان و انعام ہے صحابہ کو جو کھٹکا ہوا تھا اور اُن پر جو یہ فرمان گراں گذرا تھا کہ دل کے خطرات پر بھی حساب لیا جائے گا وہ حرج اس آیت سے اُٹھ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ گو حساب ہو سوال ہو لیکن جو چیز طاقت سے باہر ہے۔ اس پر عذاب نہیں۔ کیونکہ دل میں کسی خیال کا دفعتہً آجانا کہ وہ رُک نہیں سکتا بلکہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ ایسے وسوسوں کو بُرا جاننا ایمان کی دلیل ہے۔ بلکہ اپنی اپنی کرنی اپنی اپنی بھرنی۔ اعمال صالحہ کرو گے تو جزا پاؤ گے، بُرے اعمال کرو گے تو سزا بھگتو گے۔

پھر دُعا تعلیم کی اور اس کی قبولیت کا وعدہ فرمایا کہ (۱) خدایا بھولے چُوکے جو احکام ہم سے چھُوٹ گئے ہوں یا جو بُرے کام ہو گئے ہوں وہ معاف فرما۔ (یہ دعا اللہ نے قبول فرما لی) صحیح مسلم

۲۔ خدایا! ہم پر مشکل اور سخت اعمال کی مشقت نہ ڈال۔ جیسے اگلے دین والوں پر سخت سخت احکام تھے۔ جو آنحضرتؐ کو نبیٔ رحمت بنا کر بھیج کر دُور کئے گئے اور آپؐ کو یک طرفہ سہل اور آسان دین دیا گیا۔ یہ دعا بھی پروردگار نے قبول فرمائی۔

حدیث میں بھی ہے کہ مَیں یکسوئی والا اور آسان دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔

۳۔ خدایا! وہ تکلیفیں، بلائیں اور مشقتیں ہم پر نہ ڈال جن کی برداشت کی طاقت ہم میں نہیں۔

حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں۔ اس سے مُراد فریب اور غلبۂ شہوت ہے۔ اس کے جواب میں بھی قبولیت کا اعلان خدائے عالم کی طرف سے دیا گیا۔

۴۔ اور ہماری تقصیروں کو معاف فرما جو تیری راہ میں ہوتی ہیں۔

۵۔ اور ہمارے گناہوں کو بخش، ہماری برائیوں اور بداعمالیوں کی پردہ پوشی کر، ہم پر رحم و کرم کر، تاکہ پھر ہم سے تیری ناراضی کا کوئی کام نہ ہو۔

اس لئے بزرگوں کا قول ہے۔ کہ گنہگار کو تین باتوں کی ضرورت ہے۔ ایک تو خدا کی معافی کی۔ تاکہ عذاب سے نجات پائے۔ دوسرے پردہ پوشی کی، تاکہ رسوائی سے بچے۔ تیسرے عصمت کی تاکہ وہ دوبارہ گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ اس پر بھی جناب باری نے قبولیت کا اعلان فرما دیا۔

۶۔ تُو ہمارا ولی و ناصر ہے۔ تجھی پر ہمارا بھروسہ ہے۔ تجھی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔ تُو ہی ہمارا سہارا ہے۔ تیری مدد کے سوا نہ تو ہم کسی نفع کے حاصل کرنے پر قادر ہیں نہ کسی برائی سے بچ سکتے ہیں۔

۷۔ تُو ہماری اُن لوگوں پر مدد کر جو تیرے دین کے منکر ہیں۔ تیری وحدانیت کو نہیں مانتے۔ تیرے نبیؐ کی رسالت کو تسلیم نہیں کرتے۔ تیرے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں مشرک ہیں۔ خدایا! تُو ہمیں اُن پر غالب کر۔ دنیا اور دین میں ہم ہی ان پر کارفرما رہیں۔

اللہ تعالےٰ نے اس کے جواب میں بھی فرمایا۔ ہاں مَیں نے یہ بھی کر دیا۔ حضرت معاذؓ جب اس آیت کو ختم کرتے آمین کہتے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقولے

- جو کوئی تھوڑی سی تکلیف پر چلّا اُٹھتا ہے خدا اُس کو بڑی بڑی تکلیفوں میں ڈالتا ہے۔
- امیری اور غریبی خدا کے حضور میں معلوم ہو گی۔
- سب سے بڑا گناہ وہ ہے جس کو چھوٹا سمجھ کر کیا کریں۔
- ایسی محنت اچھی نہیں جو زیادہ ہو اور ایک ہی دن ہو سکے اچھی محنت وہ ہے جو تھوڑی تھوڑی اور روز ہوتی رہے۔
- کسی کی ایک ہی بھلی عادت پر نہ گر پڑو۔ اُس کی باقی عادتوں کو بھی جانچ لو۔

اطلاع

جن خریداران حضرات کو چندہ ختم ہونے کی اطلاع مل گئی ہے وہ فوراً چندہ بھیج کر ممنون فرمائیں تاکہ یہ کارِ خیر ان کے نام جاری رکھا جائے۔ نیز خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔